الامامیہ
الماری نمبر ٤
لائن نمبر ٥
کتاب نمبر
محمد لقاء علی حیدری
(مسلم مشنری)

# تقریظ

از فضائل و فواضل مآب حضرت مستطاب خاں صاحب آغا محمد سلطان مرزا صاحب
ایم اے ایل ایل بی جے پی پینشنر ڈسٹرکٹ و سیشن جج و اسپیشل مجسٹریٹ درجہ اول دام اقبالہ
مصنف البلاغ المبین وغیرہ۔ دہلی سائد۔ کراچی)

**الامامیہ** اس رسالہ کی واضح ترین تعریف یہ ہے کہ یہ تصنیف ہے پاکستان کے
شیعی اعلم و اعظم عالم کی جن کے اندر جب اہلبیت اپنے اصلی معنی میں جلوہ گر ہے۔ فاضل جلیل
و عالم نبیل علامہ حضرت لقا علی حیدری سے ہندوستان و پاکستان کی شیعی دنیا اچھی
طرح واقف ہے آپ نے اس برصغیر کے باہر دیگر ممالک میں نہایت حسن و خوبی کے
ساتھ جَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے علوم و فضائل اہلبیت کا
سکہ لوگوں کے دلوں پر جما دیا۔

اس مختصر رسالہ میں ہر ایک پہلو اور نہایت عمدہ منطقی دلائل سے مذہب امامیہ کی
حقیقت و حقانیت کو ظاہر و ثابت کیا ہے۔ پرانی روایات و واقعات سے نئے نکات دلائل
پیدا کیے ہیں مثلاً دعوت ذی العشیرۃ کے عشیرہ کو سقیفہ کے عشیرہ کے آمنے سامنے رکھ
کر نہایت عمدہ طریقہ سے عشیرۃ کی وضاحت فرمائی ہے۔ مخالفین کے دل میں اس کو
پڑھ کر یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ کاش کہنے والے نے سقیفہ کے دن یہ فقرہ نہ کہا ہوتا۔ اور
نہ یہ دلیل پیش کی ہوتی۔ اسی طرح وہابیوں اور احمدیوں وغیرہ کو نہایت خوبی کے ساتھ
امامیہ ثابت کرنے میں آپ نے منطقی بحث کی آخری منزل طے فرمائی ہے۔ اس کی ضرورت
اس وجہ سے ہوئی کہ وہابی راقم جس کی رد میں یہ رسالہ لکھا گیا ہے کچھ لفظ امامیہ سے

بہت ہی ناراض معلوم ہوتا ہے۔ غرضکہ شیعی لٹریچر میں یہ رسالہ نہایت مفید اضافہ ہے۔ اور ہر ایک شیعہ کا فرض ہے کہ مخالفین سے مقابلہ کرنے میں اس رسالہ کو اپنے پاس رکھے۔

محمد سلطان مرزا دہلوی

**ازجناب آفاق حیدر صاحب قبلہ ایم۔ اے (پی) ڈی۔ پی۔ اے۔ فرسٹ کلاس لکھنؤ**

حمد و صلواۃ کے بعد خاکسار عرض کرتا ہے کہ چند روزہ قیام کراچی کے زمانہ میں میں نے ۱۳ جنوری ۵۲ء کا اخبار زمیندار لاہور پڑھا۔ ایک ایم۔ اے کا مضمون "اصول الکافی" سرخی کے تحت نظر سے گزرا حیرت ہوئی کہ ایم۔ اے ہو کر انسان ایسا دھوکا لکھ سکتا ہے جس میں مختلف قسم کے اغلاط ہوں۔ مجھے اس مضمون کو پڑھ کر بے حد افسوس ہوا کہ ڈگری یافتہ انسان ایسی ذہنیت کا مالک ہو۔ لیکن جب میں نے حضرت مولانا مولوی محمد لقا علی صاحب قبلہ حیدری کا قلمی شاہکار جو اس مہمل اور بے معنی مضمون کی رد میں جناب نے لکھا ہے دیکھا تو میرا دل بے حد خوش ہوا۔ آپ نے اس مقالہ کا جواب لکھ کر واقعی مذہب امامیہ کی سچی خدمت انجام دی ہے۔ اور عام مسلمانوں کو سخت غلط فہمی سے نجات دلانے کی کوشش کی ہے۔ ہر مطلب کو اس درجہ مضبوط دلائل اور سندوں کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے۔ خداوند عالم جناب مولانا دام ظلہ العالی کو عرصہ دراز تک باصحت اور دین اسلام کی خدمت کے واسطے باقی رکھے۔

محمد آفاق حیدر۔ ایم۔ اے (پی) لکھنؤ
ڈی۔ پی۔ اے۔ فرسٹ کلاس۔

# تعارف

از فاضل جلیل و عالم نبیل حضرت علامہ مولانا سید ابن حسن صاحب جارچوی

ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل بی ٹی۔ سابق پرنسپل شیعہ کالج لکھنؤ دام ظلہ العالی۔

حضرت مولانا ابقار علی صاحب قبلہ حیدری برّصغیر پاک و ہند کے ان چند مشاہیر علماء میں سے ہیں جن کی تبلیغی جدوجہد کا دا[ئرہ] چین سے لے کر افریقہ تک وسیع ہے۔ اتحاد بین المسلمین ان کا خاص موضوع ہے۔ اور ان کی ساری عمر اسی کاوش میں گزری ہے کہ دنیا کے مسلمان مل کر رہیں۔ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی تعلیم پر عمل کر کے دینی و دنیوی فلاح حاصل کریں۔ زیر نظر رسالے ہیں جس کے بعض حصے انہوں نے مجھے پڑھ کر سنائے ان کا روئے سخن اسی موضوع کی طرف ہے۔ خداوندِ عالم ان کی محنت کو ٹھکانے لگائے اور اس نوزائیدہ حکومت کے باشندوں کو مل جل کر رہنے کی توفیق عطا کرے۔ حضرت مولانا میدانِ خطابت و تبلیغ کے کہنہ مشق شہ سوار اور آسمانِ انشاء و تحریر کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ اور ملک کے لاکھوں باشندے ان کی تقریر و تحریر کے دلدادہ ہیں

مجھے امید ہے کہ ان کا یہ رسالہ قبول عام حاصل کرے گا۔ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ماننے والوں کو اتحاد و اتفاق کی حبلِ متین سے منسلک ہونے کی توفیق حاصل ہوگی۔

خاکسار

سید ابنِ حسن رضوی جارچوی

پیر کالونی ۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علیٰ اھلھا۔ اما بعد ناظرین کی خدمت میں گزارش ہے

کہ اس دور فتنہ وفساد میں جبکہ مسلمانان عالم بیچینی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں اور دشمنانِ اسلام ان کی ایذا رسانی کی فکر میں دن رات کوشاں ہیں۔ کلمہ گویان حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرض ہے کہ وہ فرقہ بندی اور وطن پرستی کے تعصب کو دور کر کے شیرازہ اسلام کو پریشان نہ ہونے دیں۔ یک دل ہو کر دشمنانِ اسلام کے حملوں کا جواب حسب مصلحت وضرورت وقت دیں۔ اور خانہ جنگی سے دور رہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض کوتاہ بیں اپنے آپ کو بڑا منوانے کے لیے ایسی حرکتیں کر گزرتے ہیں جن سے امنِ عالم درہم وبرہم ہو جاتا ہے۔ نام پیدا کرنا چاہ زمزم پر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے بھی ممکن ہے۔ لیکن کیسے؟ یہ محتاج تفصیل اور بیان نہیں

۱۳ جنوری ۱۹۵۲ء کے اخبار زمیندار میں ایک مضمون میری نظر سے گزرا جس کی سرخی "اصول کافی" تھی۔ میں خوش ہوا کہ اخبار زمیندار میں اصول کافی کے متعلق بیان شائع ہوا۔ کتاب کی تعریف بھی لکھی تھی۔ "مذہب امامیہ کی معرکہ آرا کتاب" پھر "فرقہ امامیہ" کی سرخی کے ذیل میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ اللہ کے نام نامی سے منسوب کرتے ہوئے بحوالہ غنیۃ الطالبین اسلام کے ۷۳ فرقوں کی تفصیل نظر آئی۔ اصول کافی کے متعلق بیان اور اس میں اسلام کے ۷۳ فرقوں کا تذکرہ اور وہ

غنیۃ الطالبین کے حوالہ سے بے تکا سا معلوم ہوا۔ غالباً مقالہ نویس کا مقصد اس فرقہ بندی سے یہ ہوگا کہ حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) "ستفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ کلہم فی النار الا واحدہ" کی طرف لوگ متوجہ ہوں۔

غنیۃ الطالبین کے اندراج کے بموجب ان ۷۳ فرقوں کی اصل صرف ۱۰ فرقے لکھے ہیں۔ اہل السنۃ[1]۔ والخوارج[2]۔ والشیعہ[3]۔ والمعتزلہ[4]۔ والمرجیہ[5]۔ والمشبہہ[6]۔ والجہمیہ۔ والضراریہ[8]۔ والنجاریہ[9]۔ والکلابیہ[10]۔

گروہ شیعہ کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ غالیہ[1]۔ زیدیہ[2]۔ رافضہ[3]۔ اس تیسری قسم رافضہ کے ۱۴ فرقے لکھے ہیں جس میں چودھویں کا نام الامامیہ لکھا ہے۔

اصول کافی کے حوالہ سے امامیہ کے عقاید مقالہ نویس نے بالاختصار یوں لکھے ہیں۔ (۱) خلافت حضرت علی کا حق ہے۔ ان کے بعد ان کی اولاد کو پہونچتا ہے جو ان سے صرف دو صورتوں میں خارج ہوتا ہے۔ (۱) غیروں کے ظلم سے دب، اون کے اپنے تقیہ سے (۲) امام معصوم ہیں اور سہو اور خطا سے پاک ہیں۔ (۳) خدائے تعالے کو کسی چیز کے پیدا ہونے سے پہلے اس کا علم نہیں۔ (۴) مردے یوم الحساب سے پہلے دنیا کی طرف لوٹیں گے۔ (۵) امام کو دینی و دنیاوی تمام باتوں اور چیزوں کا علم ہوتا ہے اور ان سے انبیا کے مثل معجزات صادر ہوتے ہیں۔ (۶) ان کے پیشوا محمد بن حسین امام برحق ہیں اور قایم ہیں۔ اور انتظاری کئے گئے ہیں۔ بعد میں ظاہر ہوں گے۔ اور زمین کو عدل سے پر کردیں گے۔

اس کے بعد اصول کافی کے ساتھ دلچسپی کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

"خاتمہ۔ الغرض کتاب اصول الکافی نہایت جامع اور مستند کتاب ہے۔ اس کا شمار

کتب اربعہ میں ہوتا ہے۔ فاضل مولف نے بیس سال کی مسلسل جانفشانی اور عرق ریزی کے بعد اس کو تالیف کیا تھا۔ دراصل یہی معرکہ آرا تالیف مولف کی شہرت دوام یعنی معنوی حیات جاوید کی ضامن ہے۔"

ایک خالی الذہن شخص "اصول الکافی" کی سرخی کے ذیل میں اس خاتمہ کو پڑھ کر یہی نتیجہ نکال سکتا ہے کہ مقالہ نویس کو علامہ محمد یعقوب کلینی سے بیحد دلچسپی ہے۔ اور ان کی مسلسل بیس سال کی کوشش اور جانفشانی کا وہ بیحد قدر دان ہے۔ اور مضمون جو کتاب مذکور سے منتخب کیا ہے وہ اس کی نظر میں ساری کتاب کی جان ہے۔ باقی جس قدر رطب و یابس اس کتاب میں ہے وہ اس کے خیال میں اس سے کم درجہ کا ہے۔ ورنہ از راہِ محبت کوئی نمونہ پیش کرتا۔ ہم مقالہ نویس کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ براہِ کرم فتنہ و فساد کی دبی ہوئی آگ کو ہوا نہ دیں۔ ورنہ اس کے شعلے دور دور پہونچیں گے۔ اس بے ہنگام مضمون کو پڑھ کر بے اختیار کہنے کو دل چاہتا ہے کہ "ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلمان کردند"

ہمارے مقالہ نویس کو کیا معلوم کہ حدیث کے پرکھنے کی کسوٹی کیا ہے۔

حضور سرورِ عالمؐ کا ارشاد ہے" ما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف فاضربوہ علی الجدار"

جو حدیث قرآن مجید کے مطابق ہو وہ قابل قبول ہو سکتی ہے۔ ہم نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ ہماری کتابوں میں جتنی حدیثیں درج ہیں سب صحیح اور ماننے کے قابل ہیں جو اس معیار پر پوری اتر ے وہ قابل قبول اور جو قرآن مجید کی تائید حاصل نہ کر سکے وہ ہرگز ماننے کے قابل نہیں۔ ان کو کیا پتہ ہے کہ صحیح بخاری میں کیا کیا درج ہے۔ اس کتاب کو لوگ کتاب اللہ کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ اور کتاب اللہ کو ہی کیا سمجھا ہے۔ وہ ہر شخص کی سمجھ سے باہر ہے۔ اگر مقالہ نویس یا کوئی دوسرا شخص قرآن کو سمجھنا چاہے تو اس کے

پیش نظر (النحل۔۴۳) فَاسْئَلُوٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ رہے۔

تمام انسان "لا تعلمون" کی گرفت میں آتے ہیں۔ "وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا" (النحل ۷۸)۔ اس آیہ سے صرف وہی حضرات مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جن کو خداوند عالم نے علم لدنی کا مالک بنایا ہو۔ اور ملا محمد مبین فرنگی محلی کی شہادت کے بموجب جو وسیلۃ النجاہ مطبوعہ گلشن فیض لکھنؤ کے صفحہ ۵۸، ۵۹ پر درج ہے۔ اس علم علم لدنی کے کمال علمی کا اندازہ ہو سکے گا۔ جو عالم ظاہر میں تشریف لانے سے قبل کمالات کا مالک تھا۔ ملا صاحب نے لکھا ہے "بدانکہ من سعد سعد فی بطن امہ آثار سعادت وصدید کرامت ازاں مظہر ولایت قبل از ظہور عالم شہادت واضح ولائح گشت چنانچہ در شکم مادر بود کہ ہرگاہ مادرش میخواست در کعبہ حضور بت سجدہ کند بجائے می پیچید کہ مادرش طاقت جنبش نمی داشت وسجدہ کردن نمی توانست واول وآخر کسے کہ با سعادت باشد واز لوث شرک وشوب شقاوت وخلط نجاست پاک باشد وبجز طہارت از ابتدا تا انتہا نگذشتہ باشد سوائے علی مرتضیٰ از صحابہ کسے نہ بود لہٰذا بہ نام نامی آنحضرت کرم اللہ وجہہ میگویند

ترجمہ:۔ جان لو کہ جو شخص سعید ہوتا ہے وہ شکم مادری میں سعادت کا مالک ہوتا ہے۔ سعادت کے آثار اور کرامات کا اظہار مظہر ولایت حیدر کرار سے اس وقت سے ظاہر ہوتا تھا جبکہ وہ جناب عالم ظاہر میں تشریف نہ لائے تھے۔ ابھی وہ جناب شکم مادری میں تھے کہ کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ جب کبھی ان جناب کی والدہ خانہ کعبہ میں جاتیں اور چاہتیں کہ (حسب دستور عرب) بتوں کے آگے سر جھکائیں۔ وہ جناب اس طرح سے (شکم مادر میں) کروٹیں بدلتے تھے کہ ان کی مادر گرامی قدر حرکت نہ کر سکتی تھیں۔ اور سجدہ کرنے سے عاجز رہ جاتیں اور جس شخص کی ابتدا اور انتہا سعادت پر ہو اور شرک اور شقاوت سے آلودہ نہ ہو۔

ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو اور ابتدا بھی طہارت سے ہو اور انتہا بھی طہارت پر ہو بجز علی مرتضیٰ صحابہ میں کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔ لہٰذا ہم (اہل سنت) ان کے نامی نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان سے چند امور واضح ہوئے۔ (۱) حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام عالم ایجاد میں آنے سے قبل عالم تھے۔ واجب اور حرام جانتے تھے (۲) جس وقت سے شکم مادر میں آئے ان کی والدہ بتوں کے آگے سر نہ جھکا سکیں۔ اور ولادت سے قبل ان جناب نے والدہ کو بت پرستی سے روکا۔ (۳) اس جناب کی ابتدا بھی طہارت تھی اور انتہا بھی طہارت تھی۔ (۴) شرک اور شقاوت سے آن واحد کے واسطے بھی آلودہ نہ ہوئے۔ اور کسی قسم کی نجاست نے اس جناب کو کبھی مس نہ کیا۔ (اسی کو معصوم کہتے ہیں۔ (۵) صحابہ کرام میں کوئی بھی ان جناب کا ہم پلہ نہ تھا۔ اس بنا پر ان کے اسم گرامی کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ (۶) تمام صحابہ ایسی حالت میں پیدا ہوئے کہ "لا یعلمون" کے مصداق تھے۔ اور حضرت امیر المومنین ماں کے پیٹ میں کمال علم کے درجہ پر فائز تھے۔ اور سورۃ النحل کی آیۃ ۷۸ کی گرفت میں نہیں آسکتے۔ لہٰذا قرآن مجید کا مطلب جس کی سمجھ میں نہ آئے وہ حضرت امیر المومنین کی طرف رجوع کرے۔ اندیشہ ہے کہ اس مضمون کو پڑھ کر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ رحمتہ اللہ کے عقید تمند ضرور اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ شیعہ اصل میں رافضہ ہیں۔ اور ان کی ایک شاخ امامیہ ہیں۔ جن کے مذہب کی مایہ ناز کتاب میں ان کے خدا اور ائمہ کے صفات یہ ہیں جو مقالہ نویس نے بحوالہ اصول الکافی تحریر کیے ہیں اور کتاب ان مضامین کے ساتھ بیس سال کی کاوش اور جانفشانی کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ مولف کتاب بھی رافضی امامیہ تھے اور اس فرقہ والوں

کا عقیدہ یہی ہے۔

شیعہ سنی کے درمیان منافرت پھیلانے اور فتنہ و فساد کی خلیج کو وسیع کرنے کے لیے ہمارے مہربان کا معصومانہ انداز میں اصول الکافی کی ہجو ملیح کرنا کافی ہوگا۔ اور پھر سارے پاکستان میں شور گیر و دار بلند ہوگا۔

میں مضمون نگار سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے پڑھا لکھا ہونے کو عزت کا کمال نہ سمجھیں۔ پاکستان میں خدا کے فضل و کرم سے لاکھوں ایم اے ہیں۔ اب اگر یہ سب اسی فکر میں رہیں کہ حضرت شیخ نے فرقوں کی تفصیل کیا بیان کی ہے اور ان کے ساتھ عقیدت نہ رکھنے والے نے کیا کہا ہے۔ علامہ یعقوب کلینی کا کیا عقیدہ تھا۔ اور امام بخاری کا کیا عقیدہ تھا تو پھر مصیبت سخت ہوگی۔ مضمون تفصیلی جواب چاہتا ہے اس لیے حوالہ اخبار کرنے کے بجائے ہم ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرتے ہیں۔ اور ایڈیٹر صاحب زمیندار کی خدمت میں دو کاپی بھیج کر گزارش کریں گے کہ ہمارے کرم فرما کو ہمارا جواب دکھایا جائے اور ان سے کہہ دیا جائے کہ آئندہ سے اس قسم کی ہرزہ سرائی سے اجتناب کریں۔ ورنہ نتائج کے وہ ذمہ دار ہوں گے۔ ہماری رائے میں مسلمانان پاکستان اپنے اپنے عقیدہ پر سختی کے ساتھ پابند رہیں۔ لیکن ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ملک و ملت کی صحیح معنوں میں خدمت انجام دیں۔ ہم نے اس مضمون کا جواب بدرجہ مجبوری لکھا ہے۔ اگر اس کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا تو عوام کی ذہنیت پر برا اثر پڑتا اور مقالہ نویس بھی سخت غلط فہمی میں مبتلا رہتے۔

خاکسار
حیدری

# اَلجَوَاب

" اصول الکافی " فرقہ امامیہ کی معتبر کتاب ہے ۔ یہ حدیث کی ان چار کتابوں میں سے ایک ہے جن کو شیعہ امامیہ اثنا عشریہ معتبر اور مستند جانتے ہیں ۔ لیکن ہر حدیث کے متعلق وہ عقیدہ نہیں ہے جو بخاری شریف کی تمام حدیثوں کے متعلق مقالہ نویس کا ہوگا ۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ رحمتہ اللہ کی کتاب " غنیۃ الطالبین " ہمارے دوست نے ملاحظہ فرمائی ہے کیونکہ صفحہ ۱۹۲ کا حوالہ دیا ہے ۔ کیا مقالہ نویس کو علم ہے کہ اہل سنت صوفیاء کرام کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کا کیا عقیدہ ہے ۔ اور ۷۳ فرقوں میں سے جناب شیخ کا کس فرقہ سے تعلق ہے ۔ یا فرقہ قادریہ ان ۷۳ فرقوں کے علاوہ کوئی دوسرا فرقہ ہے ۔ شافعی و حنفی حضرات کس اصل کی شاخ ہیں ۔ اہل حدیث اہل قرآن ' قادیانی ' دو رکعتی ' صدیق دینداری چکڑالوی وغیرہ کس خانہ میں درج کیے جائیں غیر مسلم جن کے ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں فرقے ہیں یہ امت میں شامل ہیں یا نہیں ۔ اگر ہیں تو یہ سب کس اصل کی شاخ ہیں ' اور بہتر فرقے رہیں گے یا بہتر لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوں گے ۔ حدیث کا سمجھنا درحقیقت بہت مشکل ہے ۔ ۷۳ کا عدد دیکھ کر انسانی برادری کے ۷۳ ٹکڑے بنا دینا آسان ہے لیکن " وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا " ( السبا ۲۸ ) پر غور کرنا اور تمام انسانوں کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سمجھنا دشوار ہے ۔

فرقہ امامیہ کے کسی امام کے حوالہ سے اگر لکھا جاتا کہ شیعہ رافضی ہوتا ہے۔ اور رافضی امامیہ ہوتا ہے' اور امامیہ ان عقائد کا پابند ہے جو اصول الکافی میں درج ہیں تب ایک حد تک شیعہ امامیہ کو غور کرنے کا موقعہ تھا کہ ان کے امام نے رافضی کا لقب دیا ہے اور شیعہ بھی کہا ہے۔ جو مقالہ نویس کی اصطلاح میں' یا حضرت شیخ علیہ الرحمتہ کی فرمائش کے بموجب ایک غیر ممدوح اور قابل نفرت لفظ ہے۔ اور جس گروہ کا یہ لقب ہو وہ چاہے اپنے آپ کو مسلم کہے لیکن ہو گا ان ۷۲ فرقوں میں سے جو غیر ناجی ہیں۔ شیعہ اور یا درکیئے مقالہ لکھنا اور بات ہے۔ قرآن مجید اور اہل بیت رسالتمآب کے ساتھ تمسک اور وابستگی دوسری شے ہے۔ اگر کوئی شخص اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ ہو لیکن قرآن مجید اور عترت اہل بیت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمسک رکھتا ہو تو روز قیامت آنحضرتؐ کے پاس حوض کوثر پر وارد ہو گا۔ اور جس نے دامن عترت سے تمسک ضروری نہ سمجھا وہ حدیث سرور عالمؐ کے بموجب گمراہ ہو کر ڈوب جائے گا اور تباہ و برباد ہو جائے گا۔ چاہے ایم اے ہی کیوں نہ ہو۔ مہربان دل کی آنکھیں کھول کر صحاح ستہ میں سے ایک مستند کتاب جس کے صحیح ہونے سے انکار نہ ہو سکے گا ملاحظہ فرمائیے:۔ اخرج النسائی عن ابی الطفیل عن زید ابن ارقم قال لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ونزل غدیر خم امر بدوحات فقممن۔ ثم قال کانی دعیت فاجبت وانی تارک فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما فانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ ترجمہ:۔ امام نسائی نے کتاب خصائص میں ابو الطفیل کی زبانی زید ابن ارقم سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر لوٹے اور مقام غدیر خم پر تشریف لائے۔ حضور نے اس جگہ قیام فرمایا اور منبر تیار کیے جانیکا حکم دیا۔ فوراً تعمیل ارشاد کی گئی۔ حضور منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ "مجھے دربار احدیت میں طلب کیا گیا ہے اور میں نے دعوت الٰہی کو قبول کر لیا ہے۔ اور میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک دوسرے سے بڑی ہے۔ ایک ان میں سے کتاب خدا ہے اور دوسری میری عترت اہلبیت ہیں یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ دیکھو اور غور کرو کہ تم میرے بعد ان سے کیسا برتاؤ کرتے ہو۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں "یعنی چگونہ معاملہ می کنید و تمسک مینمائید باہینا بعد ازمن"

شیعہ امامیہ کتاب اللہ و عترت اہلبیت کا چولی دامن کا ساتھ مانتے ہیں۔ صرف کتاب خدا کو ہدایت خلق کے واسطے کافی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ کتاب کے سمجھانے کے واسطے ایسے عالم کی ضرورت ہے جو علم کامل رکھتا ہو۔ ورنہ کتاب کا مطلب سمجھ میں نہ آئے گا جس شخص کے متعلق آنحضرتؐ نے فرما دیا ہو کہ اس سے زیادہ علم رکھنے والا دوسرا نہیں تو ماننا پڑے گا کہ وہی قرآن مجید کا ساتھ دے سکتا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا ہے:۔ "انا دار الحکمۃ و علی بابہا" میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (ترمذی ابونعیم اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے) دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا "انا مدینۃ العلم و علی بابہا" میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ اس حدیث کو عبدالرزاق۔ حاکم۔ مغازلی۔ بزاز اور طبرانی نے اوسط روایت میں لکھا ہے۔ ابن شاہین۔ ابن عدی اور خطیب نے جابر سے روایت کیا ہے۔ ترمذی۔ ابن جریر

احمد بن حنبل - حاکم - ابن شاذان - ابن مردویہ - ابو نعیم خطیب وابن مغازلی نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے - حاکم ترمذی احمد بن حنبل اور طبرانی نے الکبیر میں ابو الشیخ - ابن شاہین - ابن مردویہ - بیہقی - خطیب وابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے - اور طبرانی، حاکم، عقیلی ابن عدی اور دیلمی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے -

حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا "اعلم امتی من بعدی علی" اس حدیث کو دیلمی نے فردوس الاخبار میں حضرت سلمان سے روایت کیا ہے - اور "اقضی امتی علیؑ" ارشاد حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طبرانی نے الصغیر میں جابرؓ سے اور بغوی نے انسؓ اور خوارزمی نے ابو سعید سے روایت کیا ہے -

امید ہے ہمارے مہربان کی سمجھ میں آجائے گا کہ حضرت علی علیہ السلام علم کے کس اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے - حضرت علی علیہ السلام اور ان کے گیارہ فرزندوں کو امام برحق ماننے والا فرقہ امامیہ کہلاتا ہے - مقالہ نگار نے یا تو حضرت شیخ علیہ رحمتہ اللہ پر افترا کیا یا ان جناب کو فرقہ امامیہ کے عقائد کا تحقیقی علم نہ ہوگا - اور اس فرقہ کے مخالفین سے سنی ہوئی باتوں کا ذکر کر دیا جو کسی طرح فرقہ حقہ امامیہ کے مقابل حجت قرار نہیں پا سکتا - آپ کو اور حضرت شیخ علیہ رحمتہ اللہ کو غالباً لفظ شیعہ کے متعلق صحیح علم نہیں ورنہ شیعہ کا آپ استہزا نہ کرتے اور نہ غنیۃ الطالبین میں فرقوں کی تقسیم اس صورت سے ہوتی - اگر غنیۃ الطالبین کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں ۷۳ فرقوں کی فہرست اور ان کے وجود میں آنے کی تاریخ نظر آئی ہو یا وقت نظر کے بعد مل سکے تو براہِ کرم ضرور شائع کر دیجئے تاکہ مختلف فرقوں والے اپنی آپ سے نبٹ لیں - شیعہ بیچارے آپ کو سب سے کمزور نظر آئے اس لیے ایسا لکھنے کی جرأت کی - اصول الکافی سے بیان کیے ہوئے بالاختصار عقائد پر تبصرہ کرنے سے

قبل میں لفظ شیعہ ہی سے بحث کروں گا اور خدا سے دعا کروں گا کہ آپ کی سمجھ میں آجائے کسی لفظ کے معنی اور مفہوم سمجھنے کے لیے لغت اور پھر اس کا محل استعمال دیکھنے کے لیے مستند کتابوں سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ پہلے لغت ملاحظہ ہو۔

شیعۃ الرجل بالکسر پیروان و یاران مرد و گروہ واحد و تثنیہ و مذکر و مونث در وی یکساں است و گروہ از ہواداران علی و اولاد فاطمہ و ہو اسم لہم خاصاً (منتہی الارب) قاموس جلد ۲ ص ۲۲۴ میں بھی یہی معنی درج ہیں۔ الصراح، محیط المحیط، کلیات ابو البقاء میں بھی یہی معنی بیان کیے گئے ہیں۔

اب حدیث ملاحظہ ہو۔

(۱) صحیح ترمذی میں نیز ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "من احب ھذین (اخذ الحسن والحسین علیہم السلام) واباھما وامھما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ" وقال من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی

ترجمہ:۔ جس کسی نے ان دونوں کو (حضرات حسنین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کے) اور ان دونوں کے باپ اور ماں کو دوست رکھا وہ میرے ہمراہ قیامت کے دن میرے درجہ میں ہوگا۔

(۲) ترمذی نسائی اور حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے۔ کانت احب النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ ومن الرجال علی " سب سے زیادہ محبوب عورتوں میں اور سب سے زیادہ محبوب مردوں میں جناب رسول اللہؐ کے نزدیک فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ تھے۔

(۳) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک طائر مشوی کسی شخص نے بھیجا۔ آنحضرتؐ نے درگاہِ بے نیاز میں دعا کی " اللھم ائتنی باحب خلقک الیک

والی رسولک یا کل معی ھذ الطیر فجاء علی راکل معہ

# حدیث طیر

خدایا اپنی ساری مخلوق میں جس کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے اور جو تیرے حبیب کا سب سے زیادہ محبوب ہے میرے پاس بھیج تاکہ میرے ساتھ اس وقت طعام ہو۔ انس ابن مالک کی روایت مندرجہ کتب ذیل کے بموجب حضرت علی علیہ السلام آئے اور جناب سرور عالم کے ہمراہ کھانا کھایا۔ ابونعیم۔ احمد ابن حنبل۔ ترمذی۔ نسائی وحاکم نے انس سے روایت کی ہے۔ احمد وطبرانی نے سفینہ سے روایت کی ہے۔ نسائی نے عمران وسعد اور ابن النجار سے روایت کی ہے۔ اور طبرانی نے ابن عباس اور انس سے روایت لی ہے بلکہ حاکم نے لکھا ہے کہ انس سے تیس سے زیادہ روائتیں اس سلسلہ میں نقل کی گئی ہیں۔

(۴) قال رسول اللہ صلعم لایحب علیا منافق ولایبغضہ مومن۔ اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت علی سے اور امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔ (یعنی علی کا دوست مومن ہے اور علی کا دشمن منافق ہے۔)

مندرجہ بالا احادیث سے جو سب اسی فرقہ کی مسلمہ مستند کتب احادیث سے نقل کی گئی ہیں جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمتہ اللہ کو حسنی اور حسینی سید ملتے ہیں اگر جناب شیخ حضرات حسنین اور ان کے پدر عالیمقدار کو دوست رکھتے تھے تو شیعہ ... حسنین تھے۔ اور اگر خدانخواستہ دوست نہ رکھتے تھے تو پھر ان جناب کے متعلق ... سیادت بے معنی ہوگا۔ یقیناً جناب شیخ جانتے تھے کہ حسنین علیہما السلام سے ان کے پدر عالیمقدار افضل تھے۔ اگر اطمینان نہ ہو تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی

سر الشہادتین مطبوعہ مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۵۰ھ ملاحظہ ہو۔ اس کتاب کے صفحہ ۹ پر علامہ تحریر فرماتے ہیں:۔

اخرج النسائی والرویانی والضیاء عن حذیفہ وابو نعیم عن ابی سعید وابن ماجہ عن ابن عمر وابن عدی عن ابن مسعود وابو نعیم عن علی والطبرانی فی الکبیر عن عمر وجابر والبراء واسامہ بن زید ومالک ابن حویرث والدیلمی عن انس وابن عساکر عن عائشہ وابن عباس وابن عمر وابی دومۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ وزاد ابن ماجہ وغیرہ وابوہما خیر منہما۔ وعند الطبرانی وابوہما افضل منہما وزاد الحاکم وابن حبان وغیرہما الا ابنی الخالۃ عیسی ابن مریم ویحیی ابن زکریا ومن متفرعات ہذہ المراتب ان محبتہما محبتہ وبغضہما بغضہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما وقع فی روایۃ ابن عساکر وغیرہ عن ابن عباس من احبہما فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی۔" حاشیہ پر اسی صفحہ کے ذکوارہ تحریر الشہادتین ہے کہ یہ حدیث صحیح متواتر ہے۔ اور بکثرت طرق سے بیان کی گئی ہے۔

(اصل ترجمہ) نسائی اور رویانی اور ضیا نے حذیفہ سے اور ابو نعیم نے ابو سعید سے ابن ماجہ نے ابن عمر سے۔ ابن عدی نے ابن مسعود سے اور ابو نعیم نے حضرت علی سے۔ طبرانی نے الکبیر میں حضرت عمر سے۔ نیز جابر۔ براء۔ اسامہ بن زید اور مالک بن حویرث سے۔ دیلمی نے انس سے اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے ابن

عباسؓ ابن عمرؓ اور ابی رمثہ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ ابن ماجہ وغیرہ نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ ان دونوں کے باپ دونوں سے بہتر ہیں۔ اور طبرانی کے نزدیک ان دونوں کے باپ دونوں سے افضل ہیں۔ اور حاکم اور ابن حبان وغیرہ نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ صرف سوائے دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسٰی بن مریم و یحیٰی بن زکریا کے۔ اور ان دونوں کے آئینہ جمال مصطفوی ہونے کا یہ اثر ہے کہ ان دونوں کی محبت آنحضرتؐ کی محبت ہے اور دونوں سے عداوت آنحضرت سے عداوت کے برابر ہے۔ جیسا کہ ابن عساکر وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس کو ان دونوں سے بغض اور عداوت ہے وہ میرا دشمن ہے" اسی صفحہ ۸ کے حاشیہ پر بحوالہ تحریر الشہادتین لکھا ہے۔ یہ حدیث صحیح اور متواتر ہے۔ اور بکثرت طرق سے بیان کی گئی ہے۔

حسنینؑ کا دوست اور ان کے پدر بزرگوار کا دوست یعنی شیعہ علی و حسنین، شیعہ رسول خداؐ ہوگا۔ اور شیعہ حضرت رسول خداؐ شیعہ جناب احدیت ہوگا۔ اگر اب بھی اس لفظ کا مفہوم اور معنی سمجھ میں نہ آئیں تو قرآن مجید میں (القصص ۱۵) دیکھئے "ھذا من شیعتہٖ وھذا من عدوہٖ" شیعہ کی ضد عدو ہے۔ دو شخصوں کا ذکر ہے۔ ایک حضرت موسیٰ کا دوست تھا اور دوسرا ان کا دشمن تھا۔ علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں جلد چہارم صفحہ ۲۵۱ پر لکھا ہے "ایک وہ تھا جو موسیٰ کا دوست تھا اور دوسرا ان کا دشمن تھا۔ (اب تو سمجھ میں آیا شیعہ کے معنی ہیں پیرو، محب،

سورۃ الصافات آیت ۸۳ ملاحظہ ہو: وان من شیعتہ لابراھیم

علامہ سیوطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "اے ممن تابعہ فی اصل الدین" یعنی اصل دین میں حضرت نوح کے متبع حضرت ابراہیم علیہما السلام تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں دو گروہ تھے۔ ایک شیعہ ابراہیم اور دوسرا شیعہ نمرود۔ ملاحظہ ہو رسالہ معارف اعظم گڈھ (ہند) بابت مارچ ۱۹۵۱ء صفحہ ۱۷۱

شیعہ کے معنی لغت، قرآن مجید اور تفسیر سے سمجھ میں آگئے ہوں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حدیث میں بھی کسی جگہ لفظ شیعہ آیا ہے یا نہیں ملاحظہ ہو

۔ حدثنا حمید ثنا عیسیٰ ابن فرقد عن ابی جارود عن محمد بن علی قال نزلت "اولئك هم خير البرية" فقال النبی انت یا علی وشیعتك هم خير البرية جامع البیان للسیوطی۔ علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ ہم سے حمید نے روایت کی ہے انہوں نے عیسیٰ بن فرقد سے سنا، اس نے ابو جارود سے سنا۔ اس نے حضرت محمد باقر علیہ السلام سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب آیت "اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" نازل ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تم اور تمہارے شیعہ خیر البریۃ ہیں"۔ اسی آیۃ کے سلسلہ میں علامہ سیوطی جامع البیان جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ پر تحریر فرماتے ہیں: "اخرج ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ قال کنا عند النبیؐ فاقبل علیؑ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ ان هذا وشیعته هم الفائزون یوم القیامة۔ ونزلت ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئك هم خير البرية (البینہ ۔ ۷) فكان اصحاب النبی صلعم اذا اقبل علی قالوا جاء خير البرية۔ ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہم خدمت حضور سرور عالم صلعم میں حاضر تھے کہ علی علیہ السلام آئے۔ حضور

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اس ذات پاک کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ علی اور اس کے شیعہ قیامت کے دن فائز المرام ہوں گے (یعنی جنت میں جائیں گے۔ امید ہے کہ مندرجہ بالا اسناد کے بعد ہر کلمہ گو کے دل میں شوق پیدا ہوگا کہ کاش وہ بھی شیعہ علی بن سکے۔ اگر ہمارے اس ترجمہ اور نوٹ پر شبہ ہو تو قرآن مجید کی آیات مندرجہ ذیل پڑھ کر اطمینان کر لیا جائے انشاء اللہ یہی نتیجہ نکلے گا جو ہم نے عرض کیا ہے۔ ۱۔ الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا ۱۵ فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون (التوبہ-۲۰) مومن مہاجر مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ خداوند عالم کے دربار میں اعظم ہے۔ اور وہی الفائزون کا مصداق ہے۔ ہم کو بحث کو طول دینا نہیں ہے اس لیے صرف اشارات سے کام لیا گیا۔ یہ تینوں صفتیں بدرجہ کمال ذات حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں جمع تھیں۔ اور وہی سب سے بڑے عزت کے درجہ پر فائز ہونے کے مستحق تھے۔ (۲) انی جزیتھم الیوم بما صبروا انھم ھم الفائزون ۱۹ (المومنون-۱۱۱) آج میں نے ان لوگوں کو ان کے صبر کی جزا دی۔ بیشک وہ جنت کے مستحق ہیں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ جنت کے مستحق صابرین ہوں گے۔)

۳۔ لایستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون۔ (الحشر۲) ۱ اصحاب نار اور اصحاب جنت برابر نہ ہوں گے۔ جنت والے فائزون ہیں۔ غالباً ان تین آیتوں کے بعد اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا کہ جنت والوں کا دوسرا نام یا لقب قرآنی اصطلاح میں الفائزون ہے۔ اور جامع البیان کی شہادت مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ شیعہ علی قیامت کے دن الفائزون کے لقب کے مستحق ہوں گے۔ اور جنت

میں جائیں گے۔ حشرِ غلامانِ علی باعلی انشاء اللہ ہوگا۔ مندرجہ بالا بیان کی تائید مزید کے لیے اس سلسلہ میں چند احادیث درج کرنا یقیناً مفید ہوگا۔

"قال النبی صلعم لعلی انت وشیعتک تاتی یوم القیامتہ وہم راضین مرضیین"
جناب سرورِ کائنات نے حضرت علی سے فرمایا۔ اے علی تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن (خدا کے حضور آئیں گے) یہ سب خدا سے راضی ہوں گے۔ اور خدا ان سب سے راضی ہوگا۔ اس حدیث کو سیوطی نے الدر المنثور میں۔ ابو نعیم نے حلیہ میں اور دیلمی نے فردوس الاخبار میں درج کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابو علی الحداد نے معجم میں تحریر کیا ہے۔

(۱) "لا یجوز الصراط احد الا من کان معہ براءۃ بولایۃ علی" اور خطیب اور حاکم نے انس سے اور ابن السمان نے حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے۔ (۲) "لا یجوز الصراط احد الا من کتب لہ علی الجواز" اور خوارزمی نے انس سے اور حاکمی نے علی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا (۳) "لا یجوز الصراط الا معہ براۃ بولایۃ علی"۔ غالباً اب اچھی طرح سمجھ میں آگیا ہوگا کہ جنت میں جانے کے واسطے شیعہ علی ہونا لازمی ہے۔ اور جب تک پروانہ راہداری دستخطی علی ابن ابی طالب علیہ السلام کسی شخص کے پاس نہ ہوگا۔ صراط کو عبور نہ کر سکے گا۔ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی لفظ شیعہ سے گھبراتے نہ تھے بلکہ تحفہ اثنا عشریہ میں اپنے شیعہ اولیٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے "چون غلات و روافض ایں رسم را برائے خود بہ پسندیدند خوفاً عن التباس الحق بالباطل ما ایں را ترک کردیم و اہل السنت والجماعت نام خود گزاشتیم" کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس میں لفظ شیعہ کہاں آیا ہے۔ تو ہم نے عمداً اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ سنیئے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں "باید دانست کہ مائیم شیعہ اولیٰ واحادیث کہ در بارہ

شیعیان دارداند موردان ماہستیم نہ روافض" اب ان دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھیئے اور سمجھنے کی کوشش کیجئے شاید سمجھ میں آجائے۔ شاہ صاحب اور ان کے ہم عقیدہ شیعہ اولیٰ تھے۔ احادیث جو آنحضرت نے ارشاد فرمائیں۔ دربارۂ شیعیان ان سب کے مصداق شاہ صاحب وغیرہ ہیں۔ پہلے یہ اور ان کے بزرگ سب کے سب شیعہ تھے غیر شیعہ کا وجود بھی نہ تھا۔ لیکن جب غالیوں اور رافضہ نے بقول شاہ صاحب اپنے آپ کو شیعہ کہلوانا شروع کیا۔ تو شیعہ اولیٰ نے اپنا نام "اہل سنت والجماعت" رکھ لیا۔ خیر اس میں تو کچھ ہرج نہیں ہے۔ تقاضائے احتیاط یہی تھا کہ حق و باطل میں تمیز رہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ نام اہل سنت والجماعت ان پرانے شیعوں نے کب اختیار کیا تھا۔ اور جناب شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمتہ اللہ کو اس کا علم تھا یا نہ تھا۔ ان جناب کی فہرست میں دس اصل ہیں جن میں نمبر اول پر حسب اندراج "زمیندار" مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۵۲ء اہل سنت درج ہے۔ والجماعت اس فہرست میں نہیں ہے ممکن ہے ہمارے کرم فرما اپنے آپ کو اہل سنت ہی سمجھتے ہوں۔ والجماعت کا یا تو علم ہی نہ ہوگا یا پھر اس سے کچھ دلچسپی نہ ہوگی۔ یا بغیر سوچے سمجھے جو چاہا لکھ دیا۔ خدا رحم کرے شاہ صاحب نے تو تحفہ میں یا کسی دوسری تصنیف و تالیف میں اصول شیعہ اولیٰ بیان نہیں کیے ہیں۔ اب جن صاحب کو معلوم ہوں وہ اس گروہ شیعہ کے اصول بیان فرمادیں۔ جس کا ذکر احادیث متذکرہ بالا میں ہے۔ لیکن اسی طرح مستند ہو جس طرح ہم نے ہر ایک بات کے لیے مسلمہ سند پیش کی ہے۔ پھر ہم غور کریں گے کہ پرانے شیعہ اور بعد والے غالی رافضی شیعہ کے اصول میں کیا فرق ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جو اصول بھی مستند یا غیر مستند پیش کیے جائیں ان کا حوالہ

ضرور دیا جائے۔ ورنہ تصنیف کے لیے بہت گنجائش ہے۔ اس سلسلہ میں رافضی کا لفظ آگیا ہے۔ اس سے متعلق چند جملے لکھ کر "الامیہ" کے عقائد لکھوں گا۔ اور اپنے مہربان کو دعوت دوں گا کہ اگر سمجھ میں آجائے تو وہ بھی اس عقیدہ پر قایم ہو کر اپنے امامیہ ہونے کا اعلان فرمادیں۔ بہت آسان تھا کہ اپنے مہربان کی طرح میں بھی یہ انداز معصومانہ بڑی سے بڑی کتاب کی تعریف کر کے اس کے اقتباس مختلف سرخیوں کے ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتا۔ لیکن میرا مقصد دل آزاری نہیں اس لیے صرف حقیقت کو بے نقاب کروں گا۔ الندریب صفحہ ۲۰۹ والصواعق المحرقہ صفحہ ۸۰ پر لکھا ہے کہ امام شافعی علیہ رحمتہ اللہ (جو اہل سنت کے اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ لیکن حنفی حضرات باوجود اختلاف مسائل ان کا احترام کرتے ہیں۔ اور اپنا امام سمجھتے ہیں۔) حضرت علی اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی محبت میں مبالغہ فرماتے تھے اور بالاعلان کہا کرتے تھے کہ وہ شیعہ اہل بیت رسول خدا ہیں۔ لوگوں نے ان کے متعلق مختلف خیالات کا اظہار کیا اور ان کو کھلم کھلا رافضی کہا۔ امام شافعی نے ان کی زبان بندی اس طور پر فرمائی کہ ایک شعر میں اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا۔ فرماتے ہیں: "ان کان رفضاً حب آل محمد۔ فلیشہد الثقلان انی رافضی" ترجمہ :۔ اگر آل محمدؐ کی محبت کا نام رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں (شافعی) رافضی ہوں۔" اس سے بھی زیادہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے "اتر فضت تلت کلا۔ ما الرفض دینی ولا اعتقادی۔ لکن تولیت غیر شک خیر امام وخیر ہادی۔ ان کان حب الولی رفضا۔ فانی ارفض العباد۔" پہلے شعر میں تو صرف رافضی ہونے کا اعلان ہی کیا تھا۔ اب جوش میں آکر "ارفض العباد" ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ گویا یہ کہا

کہ مجھ سے زیادہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور اہل بیت کا دوست دار کوئی نہیں ہے۔ یہی بیان امام شافعی علیہ رحمتہ اللہ کا ملا۔ محمد مبین فرنگی محل نے وسیلۃ النجات کے صفحہ ۸ پہ امام شافعی کے اشعار لکھ کر تحریر فرمایا ہے "مدحہم عین مدح امادح لکونا عاملاً بالسنتہ کما ترجم ہذا المعنی بالفارسیہ بعض العلماء اہل السنت والجماعت" ترجمہ حضرات اہل بیت کی مدح خود تعریف کرنے والے کی مدح ہے۔ کیونکہ وہ سنت پر عامل ہے۔ جیسا کہ بعض علماء اہل سنت نے اس مطلب کو فارسی میں ترجمہ کر دیا ہے، حضرت مولانا جامی علیہ رحمتہ اللہ ان علماء اہل سنت کے منجملہ ایک مشہور بزرگ ہستی ہیں۔

# "ابیات جامی قدس سرہٗ"

مادح اہل بیت در معنی مدحت خویشتن کند یعنی

مومنم موقنم خدائے شناس وز خدایم بود امید و ہراس۔ از کجی باد اعتقادم پاک۔ نیست از طعن کج نہادم باک۔ دوست دار رسول و آل ویم۔ دشمن خصم بد خصال ویم جوہر من ز کان ایشان است۔ رخت من از دکان ایشان ست۔ ہمچو سلمان شدیم ز اہلبیت گشت روشن چراغ من ز ین زیت۔ انا مولی لہم و مولی القوم سکان منہم ولا اخاف اللوم۔ مست عشق اند عاشقان دائم۔ لا یخافون لومتہ لائم۔ چون بود عشق صادقان درہم۔ کے زند منافقان تر سم۔ ان نہ رفض است محض ایمان است۔ رسم معروف اہل عرفان است۔ رفض گر ہست حب آل نبی۔ رفض فرض است بر ذکی و غبی۔"

اب امامیہ اثنا عشریہ کے عقائد اگر معلوم کرنا ہیں تو ہم سے دریافت کیجئے۔ حدیث کی کتاب کو آپ ہاتھ نہ لگائیں۔ اور اگر آپ اہل حدیث ہی ہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ ہم حدیث کے جواب میں حدیث، قرآن کے جواب میں آیات قرآنیہ اور تاریخ کے جواب میں تاریخ پیش کریں گے۔ لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ غنیۃ الطالبین کو آپ نے کیا سمجھ کر اس کے حوالہ سے اپنے مضمون کو شروع کیا ہے۔ اگر حدیث کی کتاب ہے تو ضرور راوی حدیث اور سلسلہ روایت درج ہوگا۔ اگر اس کو قرآن مجید سمجھا ہے یا اس کا ملہم تھا اس کی تفسیر کن بزرگوں نے لکھی ہے۔ ہم خود ان سے دریافت کر لیں گے۔ آپ کو زحمت نہ دیں گے۔ اور اگر یہ کتاب تاریخ کا مجموعہ ہے تو جو تاریخی واقعات اس مقدس کتاب میں درج ہوں گے ان کو تاریخ سے ملایا جائے گا۔ یہ بعد کی بات ہے۔ پہلے امامیہ کا عقیدہ سمجھ لیجئے۔

اُصول دین ـــــ توحید، عدل، نبوت، امامت اور معاد ہیں۔ ان اصول کے ذیل میں اور بھی بعض چیزیں آتی ہیں۔ بخوف طوالت تفصیل پیش نہیں کی جاتی۔ اگر ہمارے بیان کئے ہوئے اصول کے خلاف کسی حدیث کی کتاب میں کوئی چیز درج ہے تو وہ امامیہ مذہب کا اصول اور عقیدہ نہیں ہو سکتی۔

توحید کی تشریح حضرت امیر المومنین ابو الائمہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے۔ جن کے شیعہ ہونے کے ہم دعویدار ہیں۔ اور جو سُنی ان کا شیعہ نہ ہو وہ "لایحب علیاً منافق" صحیح مُسلم اور ترمذی کی مستند حدیث کے بموجب منافق ہوگا۔ اور جنتی نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ قرآن مجید میں "اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا" (النساء۔ ۱۴۴) ـــ (منافقین جہنم کے نیچے کے طبقہ میں

ہوں گے) ایہ دانی ہدیہ موجود ہے۔ ہمارے مولا فرماتے ہیں:-

"اول الدین معرفته وکمال معرفته التصدیق به وکمال التصدیق به توحیده وکمال توحیده الاخلاص له وکمال الاخلاص له نفی الصفات عنه بشهادة کل صفة انها غیر الموصوف وشهادة کل موصوف انه غیر الصفة" اور ایک دعا میں بارگاہ احدیت میں عرض کرتے ہیں یا من "قرب من خطرات الظنون و بعد عن ملاحظة العیون وعلم بما کان قبل ان یکون" ترجمہ:- خداوند عالم اس سے زیادہ قریب ہے جتنا خطرات قلب انسان سے قریب ہیں۔ اور اس قدر دور ہے کہ ظاہر بین نگاہیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ (قرب مفرط او بعد مفرط مانع رویت ہے) اور اے خدا، تو ہر شے کے عالم وجود میں آنے سے قبل اس کا عالم ہے۔

آخری فقرہ دعا کا بار بار پڑھیئے اور سمجھنے کی کوشش کیجیئے۔ حضرت امیر المومنین بارگاہ بے نیازی میں عرض کرتے ہیں۔ اے خالق و مالک کائنات تو ہر شے کے وجود میں آنے سے قبل اس کا عالم ہے۔ کہیئے سمجھ میں آگیا کہ امامیہ کا امام اول علم الٰہی کے متعلق کیا اعتقاد ظاہر فرماتا ہے۔ مقالہ نگار نے علامہ کلینی پر افترا کیا ہے۔ انہوں نے ہرگز ایسا نہیں لکھا۔ امامیہ کا خدا وہی ہے جس کو رسول اور ائمہ نے بتلایا اور سمجھایا۔ اور سب نے ایک ہی بات سمجھائی ہے۔ وہ عالم ہے بایں معنی کہ "لیس بجاہل" علم اس کا عین ذات ہے۔ ہمارے اور آپ کے علم کے مثل نہیں ہے کہ مجہول سے علم کا تعلق ہو اور وہ معلوم اور آپ یا ہم عالم کہلائیں۔ اس صورت میں مجہول مقدم ہوگا۔ خالق کائنات قدیم ازلی ہے۔ "کائن لا عن حدث موجود لا عن عدم مع کل شیء لا بمقارنة وغیر کل شیء لا بمزائلة" ہر موجود جب وجود میں آتا ہے اس پر حدوث طاری ہوتا ہے،

جناب احدیت واجب الوجود ہے۔) وہ موجود ہے لیکن عدم سے وجود میں نہیں آیا ہے۔ بلکہ وہ ازلی ہے۔ وہ ہر شئے کے ساتھ ہے، لیکن اس طرح نہیں جیسے اجزاء صغار مل کر ایک نظر آتے ہیں۔ وہ ہر چیز کا غیر ہے۔ لیکن اس طرح نہیں کہ جب اس کا غیر زائل ہو جائے تب وہ اپنا وجود ثابت کرے۔ یہ خالق کائنات کے متعلق حضرت امیرالمومنین کا عقیدہ تھا۔ اور یہی سر امامیہ کا ہے۔ اصول دین کے متعلق بیان دینا ضروری نہیں ہے۔ مقالہ نگار نے صرف علم خداوندی کے متعلق افتراپردازی کی تھی۔ اس کا جواب دے دیا گیا۔ خدا کرے وہ سمجھنے کی کوشش کریں۔

پہلا اعتراض یا علامہ کلینی کو داد دینے کی جو آپ نے سعی نامشکور فرمائی ہے وہ یہ ہے:۔

خلافت حضرت علی کا حق ہے اور ان کے بعد یہ حق ان کی اولاد کو پہونچتا ہے جو ان سے دو صورتوں میں خارج ہوتا ہے۔ (ا) غیروں کے ظلم سے۔ (ب) ان کے تقیہ سے۔ اس کے متعلق گزارش ہے، حضرت نے خلافت کے معنی اور مفہوم سمجھ کر اصول الکافی پر حملہ کیا ہے۔ یا یوں ہی بندہ پرور خلافت کا مفہوم جو آپ سمجھے ہیں وہ نہیں ہے۔ اور نہ کافی میں ملے گا۔ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کا اعتقاد خلافت اور امامت کے متعلق یہ ہے کہ امام منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ معصوم ہونا لازمی ہے۔ قرآن مجید کا کامل علم رکھتا ہو جس کے بعد دینی اور دنیوی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

امام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے اس لیے اس کو اتنا ہی علم ہونا چاہیئے جتنا خود آنحضرت کو تھا، ورنہ ہدایت خلق کیسے ممکن ہے۔ اظہار معجزہ بھی امام کے ہاتھوں پر بوقت ضرورت اسی طرح ضروری

جس طرح نبی کے ہاتھوں پر ہوتا رہا۔

خداوند عالم کو ہر شے کا علم اس شے کے وجود میں آنے سے قبل ہوتا ہے

یہ عقیدہ کہ کسی شے کے پیدا ہونے سے قبل خداوند عالم کو معاذ اللہ اس کا علم نہیں جہل ہے۔ کفر ہے اور عدم معرفت کی دلیل ہے۔ تعالی اللہ عما یصفون۔ اصول کافی کی عبارت ملاحظہ ہو اس کے پڑھنے کے بعد مقالہ نویس کی دیانت داری کی داد دی جائے۔

اصول الکافی۔ کتاب التوحید صفحہ ۷۷

باب جوامع التوحید۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جس وقت لوگوں کو جنگ معاویہ پر دوسری مرتبہ آمادہ کیا تھا۔ ایک مجمع کثیر کے روبرو خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور حمد باری تعالیٰ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "فیقال لہ این لکنہ سبحانہ احاط بما علمہ واتقنہا صنعہ واحصاہا حفظہ لم یعزب عنہ خفیات عیوب الہوا ولا غوامض مکنون ظلم الدجی ولا ما فی السموات العلی الی الارضین السفلی لکل شیء منہا حافظ ورقیب وکل شیء منہا بشیء محیط والمحیط بما احاط منہا الواحد الاحد الصمد الذی لا یغیرہ صروف الازمان ولا یتکاءدہ صنع شیء کان انما قال لما شاء کن فکان ابتدع ما خلق بلا مثال سبق ولا تعب ولا نصب وکل صانع شیء فمن شیء صنع واللہ لا من شیء صنع ما خلق وکل عالم فمن[2] بعد جہل تعلم واللہ لم یجہل ولم یتعلم احاط بالاشیاء[3] علما قبل کونہا فلم یزدد بکونہا علما علمہ بہا قبل ان یکونہا کعلمہ بہا بعد تکونہا لم یکونہا لتشدید سلطان ولا خوف من زوال ونقصان ولا استعانۃ

على ضد منا وى ولا ند مكاثر ولا شريك مكابر لكن خلائق مربوبون وعباد داخرون
فسبحان الذي لا يؤده خلق ما ابتدأ ولا تدبير ما برأ ولا من عجز ولا من فترة
بما خلق اكتفى علم ما خلق وخلق ما علم لا بالتفكير في علم حادث اصاب ما
خلق ولا شبهة دخلت عليه فيما لم يخلق لكن قضاء مبرم وعلم محكم وامر
متقن...... الخ" ہم نے بخوف طوالت ساری عبارت نہیں لکھی اور ترجمہ بھی صرف
۴ جملوں کا اس جگہ درج کیا ہے۔ تاکہ اردو دان حضرات بہ آسانی سمجھ لیں کہ اخبار
زمیندار مورخہ ۱۲ جنوری ۵۲ء میں جس شخص نے اصول الکافی سے مذہب امامیہ
کے مختصر عقائد لکھے ہیں۔ وہ نہایت جری ہے۔ جھوٹ بولنے اور افترا پردازی میں
اس کو باک نہیں۔ فرقہ حقہ امامیہ کا اعتقاد علم باری کے متعلق وہ ہے جو امام اول خم
علی بن ابی طالب نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے اور جو آیت قرآنیہ سے ثابت ہے
لعنة الله على الكاذبين۔ (۱) اس کی نظر قدرت سے کوئی شے پوشیدہ اور مستور نہیں
جو ہوا ہیں (انظار عالم سے) پوشیدہ ہے۔ (۲) ہر عالم پہلے جاہل ہوتا ہے۔ حصول
کے بعد عالم ہوتا ہے۔ خداوند عالم کا علم عین ذات ہے۔ وہ کبھی جاہل نہ تھا کہ حصول
علم کے بعد عالم ہوتا۔ (۳) اس کا علم تمام اشیاء پر ان کے عالم وجود میں آنے سے
قبل محیط تھا۔ پس کسی شے کے موجود ہونے کے بعد علم الٰہی میں کچھ اضافہ نہیں ہوا۔
کا علم قبل تکوین ویسا ہی تھا جیسا تکوین اشیاء کے بعد (کوئی تغیر نہیں ہوا)

قرآن مجید میں علم خداوند عالم کے متعلق صدہا آیتوں میں تذکرہ ہے۔ "وهو بكل
شيء عليم (البقرة ۲۷)۔ ۲۔ وما تفعلوا من خير فان الله به عليم۔ ۳۔ واعلموا ان الله
بكل شيء عليم۔ ۴۔ لا يحيطون بشيء من علمه الا بما شاء۔ ۵۔ والله

وَاسِعٌ عَلِیمٌ۔ ۶۔ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۷۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ ۹۔ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (البقرہ - ۲۱۱، ۲۳۱، ۲۵۱، ۲۷۱، ۲۷۳، ۲۸۳، اور آخر الذکر آئیں آل عمران ۸۶،

۱۱۵) مندرجہ بالا آیتوں سے خداوند عالم کا عالم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ صرف دو سورتوں سے نمونہ پیش کر دیا۔ ان دو سورتوں میں بھی بے شمار مقامات پر علم خدا کا تذکرہ ہے۔ شیعہ امامیہ قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی بزرگی اور عظمت کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ عترت واہل بیت رسول کو مفسر قرآن جانتے ہیں۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو دبستان رسالت کا گل سرسبد مانتے ہیں۔ مولائے متقیان کا عقیدہ علم الٰہی کے متعلق بیان کر دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینۃ العلم اور دار الحکمۃ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور باب مدینۃ العلم اور باب دار الحکمۃ کے دامن دولت سے تمسک اور وابستگی واجب جانتے ہوئے قرآن اور عترت کا چولی دامن کا ساتھ مانتے ہیں۔ صرف قرآن کو ہدایت کے واسطے کافی نہیں سمجھتے۔ نہ یہ قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ نہ عترت اہل بیت نے ایسا سکھایا ہے۔ نہ حضور سرور عالم کا ایسا ارشاد ہے۔ "الحق مع علی وعلی مع الحق" (ابن مردویہ نے ابو الیسیر انصاری اور حضرت عائشہ سے روایت کی ہے) پر فرقہ حقہ امامیہ کا اعتقاد ہے۔ اگر اس کے خلاف کسی کتاب میں درج ہے وہ ایجاد بندہ کی تعریف میں آتا ہے شیعہ امامیہ کے مقابلہ میں حجت نہیں قرار پا سکتا۔ امید ہے کہ ہمارے کرم فرما علم الٰہی کے متعلق امامیہ کا عقیدہ سمجھ گئے ہوں گے۔

افسوس ہے کہ تعلیم یافتہ ہو کر کتاب سے صحیح نقل کرنا بھی نہ سیکھا معلوم ہوتا ہے سمجھنے کی کوشش بہت کم کی ہے۔ سنیئے جو عبارت نقل کی ہے یا لکھی ہے اس میں املا، انشا محاورہ اور ادب کی اتنی غلطیاں ہیں کہ دیکھ کر بے ساختہ ہنسی آئی۔ اردو میں مضمون لکھنے کی کیا ضرورت تھی عتبۃ الطالبین کا اقتباس عربی میں دیا تھا۔ سارا مضمون عربی میں ہوتا۔ انگریزی داں تھے انگریزی میں لکھا ہوتا۔ کوئی پڑھتا کوئی نہ پڑھتا مطلب حاصل ہو جاتا۔ اردو میں مضمون لکھ کر بیچارے مصیبت میں پڑ گئے۔ لکھا ہے "ان کے پیشوا محمدؑ بن حسین امام برحق ہیں۔" کیوں جناب کیا یہ کافی کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ استنباط ہے یا آپ کی تصنیف ہے۔ بندہ پرور شیعیان حیدر کرار کسی محمدؑ بن حسین Mohammad Son of Hosain کی امامت کے قائل نہیں ہیں۔ محمدؑ بن حسین کافی میں نہیں ہے۔ غلط قطعی غلط بے سمجھے بوجھے لکھ دیا ہے۔ جھوٹ ہے۔ کذب ہے۔ افترا ہے بہتان ہے۔ کہیئے آپ کو ۱۲ اماموں کے نام یاد ہیں یا ۱۲ اماموں پر اعتقاد ہی نہیں ہے۔ امام اول حضرت علیؑ کو نہ مانیئے مجھے شکایت نہ ہوگی۔ حضرت ابوبکر کو امام اول مان کر ۱۲ گن جایئے۔ اور اگر نماز پڑھنے کی عادت ہو تو ہر نماز کے بعد دعا کیجیئے کہ خدایا اپنے اس بندے (نامہ نگار زمیندار) کا حشر ان ۱۲ بزرگواروں کے ساتھ کرنا جن کے سلسلہ کے شروع کرنے والے حضرت ابوبکر ہیں اور خاتم خلفائے بنی امیہ کی آخری فرد یا جہاں پر ۱۲ کا عدد ختم ہو جاتا ہے۔ روزانہ دعا کرنے کے اگر عادی ہو گئے تو پھر اماموں کی معرفت بھی ہو جائے گی نام بھی یاد ہو جائیں گے۔ اور ان کے کارنامے بھی آنکھوں کے سامنے رہیں گے۔ اور جب خدا کے حضور قیامت کے دن جانا ہوا تو ان ۱۲ ایس سے

جس کا نام لے کر ان کے پیرو پکارے جائیں۔ فوراً حاضر کہہ کر دوڑنا۔ اور جہاں وہ لے جائیں چلے جانا۔ "یوم ندعو کل اناس بامامھم" (بنی اسرائیل ۴۷) پر اگر ایمان ہے تو امام کا نام اور اس کی معرفت ضرور ہوگی۔ اور اس کے اقوال و افعال کی پیروی بھی کرنا ہوگی

اصول کافی واقعی آپ کو پسند آئی اور دل سے تعریف کی ہے۔ یا یوں ہی مضمون نگاری کا شوق پیدا ہوا اور فرقہ امامیہ کو بدنام کرنے کا ارادہ کیا۔ چونکہ غنیۃ الطالبین کا سہارا لے کر شیعہ امامیہ کو گالیاں دینے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے میں غنیۃ الطالبین ہی سے آپ کی تفریح کا سامان فراہم کروں گا۔ اور مسئلہ امامت پر مسلمات اہل سنت اور اہل حدیث سے بحث کروں گا۔ میری کتاب پڑھ کر آپ پتہ لگائیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمتہ اللہ کا تعلق کس فرقہ سے تھا۔ ٹھنڈے دل سے پڑھنا غصہ میں آکر اول فول بکنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر آپ اہل سنت ہیں جس کا ذکر ان ۷۳ فرقوں میں جناب شیخ نے آپ کے بیان کے بموجب سب سے پہلے کیا ہے تو اپنے مذہب کی مایہ ناز کتاب شرح عقائد نسفی علامہ تفتازانی کا صفحہ ۱۰۹ ملاحظہ فرما لیجیے۔ یہاں آپ کو خلافت اور امامت کی اہمیت معلوم ہوگی۔ ہم اصل عبارت لکھ کر آپ کی زحمت کو دور کرتے ہیں۔ "افضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ثم علی المرتضی وخلافتہم علی ہذا الترتیب ایضاً۔ والخلافۃ ثلثون سنۃ۔ ثم بعدھا ملک وامارۃ ثم ینبغی ان یکون الامام ظاھراً لا مختفیاً ولا منتظراً کما زعمت الشیعۃ خصوصاً الامامیہ۔ منھم ان الامام بالحق بعد رسول اللہ علی ثم ابنہ الحسن ثم اخوہ الحسین ثم ابنہ علی زین العابدین ثم ابنہ محمد الباقر ثم ابنہ جعفر الصادق ثم ابنہ موسیٰ الکاظم ثم ابنہ علی الرضا ثم ابنہ محمد التقی ثم ابنہ علی النقی،

ثم ابنه الحسن العسکری ثم ابنه محمد المهدی القائم المنتظر) ویکون من قریش ولا یجوز من غیرهم ولا یختص ببنی هاشم واولاد علی یعنی بشترط ان یکون الامام قریشیا لقوله الائمه من قریش ولا یشترط ان یکون هاشمیاً او علویاً لما ثبت بالدلائل من خلافة ابی بکر وعمر وعثمان لانهم لم یکونوا هاشمیا بل کانوا قریشیاً۔ ولا یشترط فی الامام ان یکون معصوماً لما مر من الدلیل علی امامة ابی بکر) ولا ان یکون افضل من اهل زمانه۔ و یشترط ان یکون من اهل الولایة المطلقة الکاملة ای مسلماً حراً ذکراً عاقلاً بالغاً قادراً (قادراً بعلمه وعدله وکفایته وشجاعته) علی تنفیذ الاحکام وحفظ حدود دار الاسلام وانصاف المظلوم من الظالم ولا ینعزل الامام بالفسق (ای الخروج عن طاعة الله تعالیٰ) والجور (ای الظلم علی عباد الله تعالیٰ) قد ظهر الفسق وانتشر الجور من الائمة و الامراء بعد الخلفاء الراشدین والسلف" (ترجمہ) :۔ ہمارے نبی کے بعد تمام انسانوں سے بڑھ کر ابوبکر صدیق تھے۔ ان کے بعد عمر فاروق۔ اون کے بعد عثمان۔ اس کے بعد علی مرتضیٰ اور ان کی خلافت بھی اس ترتیب سے واقع ہوئی۔ اور مدت خلافت تیس سال ہے۔ اس کے بعد بادشاہ اور امیر ہوں گے۔ ان کی مدت نہیں لکھی ورنہ آسانی سے پتہ چل جاتا۔ یہ یاد رہے کہ یہ صاحب کتاب اپنا عقیدہ بیان کر رہے ہیں۔ اس کی سند نہ کتاب میں درج ہے اور نہ کسی دوسری کتاب میں ملے گی انشاءاللہ اور وہ وہی ہے کہ امام ظاہر ہو۔ پوشیدہ اور منتظر نہ ہو۔ تو انتظاری لکھ گئے اسی لفظ کا غلط ترجمہ ہمارے مہربان نے کیا ہے جیسا کہ شیعہ خصوصاً امامیہ کا خیال ہے۔ ان لوگوں

کا اعتقاد ہے کہ امام بالحق بعد رسول اللہ کے علی ہیں ۔ ان کے بعد ان کے فرزند حسن ان کے بعد ان کے بھائی حسین ۔ پھر ان کے فرزند علی زین العابدین پھر ان کے بعد ان کے فرزند محمد الباقر پھر جعفر الصادق ان کے فرزند ۔ پھر ان کے فرزند موسیٰ کاظم پھر ان کے فرزند علی الرضا ۔ پھر ان کے فرزند محمد تقی پھر ان کے فرزند علی النقی پھر ان کے فرزند الحسن العسکری ۔ پھر ان کے فرزند محمد المہدی المنتظر ہیں ۔ اور امام کو قریشی ہونا چاہیئے اور غیر قریشی ہونا جائز نہیں ہے ۔ اور بنی ہاشم کے ساتھ مخصوص نہ ہو اور نہ اولادِ علی کے ساتھ ۔ یعنی شرط یہ ہے کہ امام قریشی ہو ۔ کیونکہ حضور سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے ۔ اور ہاشمی اور علوی کی شرط اس وجہ سے نہیں ہے کہ دلائل سے یہ سلسلہ خلافت ابوبکر و عمر و عثمان ثابت ہو چکا کہ وہ ہاشمی نہ تھے لیکن قریشی تھے ۔

امام کے واسطے معصوم ہونا شرط نہیں ہے ۔ جیسا کہ بدلائل امامت ابوبکر کے سلسلہ میں ذکر ہو چکا ۔ اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ امام اپنے اہل زمانہ سے افضل ہو مگر شرط ہے کہ وہ صاحب ولایت مطلقہ کاملہ ہو یعنی مسلم آزاد مرد عاقل بالغ و قادر ہو (اپنے علم عدل کفایت اور شجاعت کے سبب سے ) تاکہ احکام کی تنفید کر سکے اور مملکت اسلامیہ کے حدود کی حفاظت کر سکے ۔ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے کر انصاف کرے ۔ اور امام اپنی (بدکاری و بداعمالی یعنی) فسق کے سبب سے عہدہ امامت سے معزول نہ ہوگا ۔ یعنی خدائے تعالےٰ کے احکام کی پابندی نہ کرتا ہو ۔ اطاعت و عبادت سے سرتابی کرتا ہو، اور بندگانِ خدا پر ظلم کرتا ہو ۔" (افسوس ہے علامہ کو یاد نہ رہا ابھی ابھی مظلوم کی دادرسی امام کے فرائض میں داخل تھی ۔ اب امام خود ظلم کرے لیکن

مظلوم نہ فریاد کر سکتا ہے۔ نہ کوئی ظالم کو ظلم سے روک سکتا ہے۔ سبحان اللہ۔ پھر فرماتے ہیں "کیونکہ ائمہ اور امراء سے خلفاء راشدین وسلوٹ کے بعد فسق بھی ظاہر ہوا اور ظلم بھی بندگانِ خدا میں پھیلا۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے حسب ذیل باتیں ثابت ہوئیں :-

۱۔ امام اپنے اہل زمانہ سے افضل ہوتا ہے۔ (ورنہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی کے واسطے اس شد و مد کے ساتھ نہ لکھا جاتا)

۲۔ ترتیب مدارج حضرات خلفاء کی باعتبار ترتیب خلافت ہے۔

۳۔ خلافت کی مدت تیس سال ہے۔

۴۔ مدت خلافت کے بعد سلطنت اور امارت کا سلسلہ جاری رہے گا

۵۔ امام کے واسطے لازم ہے کہ ظاہر ہو پوشیدہ نہ ہو (یہ صرف اس وجہ سے لکھا ہے کہ امامیہ اپنے امام عصر کی غیبت کے قائل ہیں)

۶۔ امام منتظر نہ ہو۔ یعنی لوگ اس کا انتظار نہ کریں۔ وہ موجود آنکھوں کے سامنے حاضر رہے۔

۷۔ شیعہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ امام غائب اور منتظر ہو سکتا ہے اور ہے۔

۸۔ شیعہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جن کے اول حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اور بارھویں حضرت محمد المہدی قائم منتظر ہیں (اور ان ہی ۱۲ کو علامہ تفتازانی نے بھی اعتقاداً نہ سہی حکایتہً امام مانا ہے)

۹۔ امام کو قریشی ہونا لازم ہے۔ لیکن امامت بنی ہاشم اور اولاد علی کے ساتھ مخصوص نہ ہوا کیوں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث "الائمہ من قریش" تسلیم ہے

۱۰۔ امام ہاشمی اور علوی نہ ہو۔ کیونکہ بدلائل ثابت ہو چکا ہے (خلافت ابوبکر و عمر و عثمان میں) کہ حضرات خلفاء ثلاثہ ہاشمی نہ تھے لیکن قریشی تھے۔

۱۱۔ امام کے واسطے عصمت شرط نہیں ہے۔ (جیسا کہ امامت حضرت ابوبکر کے سلسلہ میں علامہ تفتازانی نے عدم عصمت کی دلیل لکھی ہے۔ بلکہ فاسق ہونا عیب نہیں ہے، کیونکہ بنی امیہ کے جتنے امام گزرے ان کا فسق تسلیم ہے۔

۱۲۔ یہ بھی شرط نہیں ہے کہ امام اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہو (حالانکہ ابوبکر کو افضل البشر تحریر کیا ہے۔ اور اس کے بعد حضرات عمرؓ عثمانؓ علیؓ کو افضل اہل زمانہ تسلیم کیا ہے۔ غالباً یاد نہ رہا)

۱۳۔ لیکن یہ شرط ہے کہ امام اہل ولایت مطلقہ کاملہ ہو (یعنی ہر قسم کی دینی و دنیاوی سرداری کا حق رکھتا ہو۔ بالکل سمجھ میں نہ آیا کہ اس شرط کے بعد پھر اہل زمانہ سے افضل نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔

۱۴۔ امام مسلم ہو (غیر مسلم نہ ہو) آزاد ہو (غلام نہ ہو) مرد ہو (عورت نہ ہو) عاقل ہو (بدمست اور دیوانہ نہ ہو) بالغ ہو (کم سن نہ ہو یا نابالغ نہ ہو) قادر ہو۔ یعنی علمؔ عدلؔ کفایت اور شجاعت میں کمال رکھتا ہو (مجبور نہ ہو) تا کہ احکام کی تنفیذ کر سکے۔ حدود الٰہی کی حفاظت کرے۔ اور مظلوم کی فریاد رسی کر کے ظالم کو اس کے کیفر کردار کو پہونچائے۔

۱۵۔ امام جب مقرر ہو گیا بس پھر وہ معزول نہیں کیا جا سکتا ہے چاہے وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

۱۶۔ فسق کی تعریف علامہ تفتازانی امام اہل سنت کی اصطلاح میں طاعت باری سے خروج اور بندگانِ خدا پر ظلم ہے۔

۱۷۔ خلفاء راشدین کے بعد جو ائمہ اہل سنت گزرے ان سے حسب تسلیم علامہ تفتازانی فسق اور جور ظاہر ہوا۔ لیکن وہی امام تھے اور عہدہ امامت سے معزول نہیں ہو سکے۔ (یہ کسی جگہ نہ لکھا کہ امام جو شخص بھی مقرر کیا جائے گا وہ کن صفات کا مالک ہونا چاہیئے فسق کی بنا پر معزول نہ ہوگا۔ درست، لیکن فاسق منتخب ہو سکتا ہے یا نہیں۔) شیشے کے نازک مکان میں رہنے والے کو احتیاط ضروری ہے۔ فرقہ شیعہ امامیہ کو کمزور سمجھ کر اس کے عقائد کی غلط بیانی اور افترا پردازی سے اس کو جہنمی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ خبر نہ تھی کہ کوئی فٹ پاتھ پر چلنے والا ڈھیلا پھینک کر سارا گھروندا آن واحد میں خراب کر دیگا۔ میں اپنے کرم فرما کو مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ وہ اپنے خرافات سے پاکستان کو میدان مناظرہ نہ بنائیں تو بہتر ہے۔ ورنہ اگر آئندہ اس قسم کی جسارت کی گئی تو اس طرح حقیقت کو بے نقاب کیا جائے گا کہ دماغ صحیح ہو جائے۔ خداوند عالم تو ارشاد فرماتا ہے "انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم ۔۔۔ (الحجرات۔ ۱۰) اور آپ ہیں کہ دوسروں کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ حضرت اگر کوئی آپ کو یا آپ کے کسی ممدوح کو برا کہے، طعن و تشنیع کرے تو آپ اس کے بدلے میں ہزار گالیاں دیں کوئی شکایت نہ کرے گا۔ بیٹھے بٹھائے (آ بیل مجھے مار) کیا معنی رکھتا ہے۔ آخر یہ سوتے سوتے جاگے تو اصول کافی پر متوجہ کیوں ہوئے۔ مضمون نگاری کا شوق تھا غنیۃ الطالبین کا قصیدہ پڑھا ہوتا۔ صحیح بخاری کی منقبت میں گیت گائے ہوتے۔ اتحاد، رواداری، ملک و ملت کی خدمت اور وفاداری وغیرہ پر مضامین لکھے ہوتے۔ ہر طرف سے داد ملتی، لوگ خوش ہوتے۔ اعلیٰ تعلیم پا کر اپنی قوم اور دوسرے انسانوں پر احسان کیا۔ ہم نے ابھی غنیہ کے عقائد پر تبصرہ نہیں کیا ہے۔ نہ اس کا قصیدہ آپ کی طرح گایا ہے۔ صرف اصل عبارت مع ترجمہ لکھدی ہے

آپ گھبرا کر کہہ دیجئے کہ یہ کتاب نہ ہمارے مذہب کی ہے۔ نہ اس پر ہمارا عقیدہ ہے۔ نہ یہ مستند ہے۔ کہئے آپ کی زحمت کم کر دی نا۔ تو اس سے بھی زیادہ مستند کتاب کا اقتباس حاضر کرتا ہوں ملاحظہ ہو:۔ رد المحتار الحاشیۃ الدر المختار مطبوعہ مصر جلد ۲ صہ ۲۵۴ پر مبحث امامت ملاحظہ ہو:۔ الامتہ استحقاق تصرف عام وتحقیقہ فی علم الکلام ونصبہ اہم الواجبات فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات، ویشترط کونہ مسلما حراذا کرا۔ عاقلا بالغاً، قادراً قرشیاً۔۔۔۔ لا ہاشمیاً علویاً معصوماً۔

ترجمہ:۔ امامت استحقاق تصرف عام کو کہتے ہیں۔ اور اس کی تحقیق علم کلام میں کی گئی ہے۔ اس لیے اس موقع پر اس سے صرف نظر کیا گیا) اور نصب امام تمام واجبات سے زیادہ اہم ہے۔ اسی لیے دفن (حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صاحب معجزات پر اس کو مقدم رکھا گیا۔ (یعنی تقرر امام زیادہ اہم سمجھا گیا۔ اور دفن رسول کو اہم نہ سمجھ کر امام مقرر کرنے والوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔) اور امام کے واسطے شرط ہے کہ مسلم، آزاد، مرد، عاقل، بالغ، قادر اور قرشی ہو۔۔۔۔ ہاشمی، علوی اور معصوم نہ ہو۔۔۔۔۔

دونوں کتابوں میں قریب قریب ایک ہی مضمون ہے۔ امامت کی اہمیت امام کے صفات ایک ہی طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ امامت کی اہمیت کیوں ہے۔ خدا کا حکم ہے۔ رسول کا ارشاد ہے۔ یا ارباب حل وعقد کا فیصلہ ہے۔ امام کے صفات پہلے سے تجویز کر لیے گئے تھے۔ یا امام کو مقرر کر کے جو باتیں اس میں موجود پائیں ان کو صفات کے ذیل میں بیان کر دیا گیا۔ یا جب امامت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور صفات تاریخ پر ائمہ کے کارنامے ثبت ہو گئے تب جن صفات کے مالک وہ ائمہ تھے ان کو پیش نظر رکھ کر بعد میں صفات تصنیف کر لی گئیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ امام کی واقعی ضرورت بھی ہے یا یوں ہی عقیدہ قائم کر لیا گیا ہے۔
قرآن مجید میں سورہ بنی اسرائیل آیتہ ۳۰، پڑھیئے۔ "یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ" قیامت کے روز ہر انسان اپنے امام کے ساتھ پکارا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر انسان کا امام ہونا چاہیئے۔ ورنہ پھر قیامت کے دن جب امام والے پکارے جائیں گے تو وہ لوگ جن کا کوئی امام نہ ہو گا (اچھا یا برا) وہ بدحواس اور سراسیمہ ہوں گے۔ اس وقت کوئی امام اپنی جماعت میں ان کو قبول کرنے کو آمادہ نہ ہو گا۔ اور حضور سرور عالم کی حدیث "من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتہ جاہلیتہ" سے ہر زمانے کے انسانوں کا امام زمانہ موجود ہونا لازمی ہے۔ اس حدیث مبارک کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب علامہ تفتازانی اور صاحب رد المختار کے پانچویں امام معاویہ کا انتقال ہوا تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے آدھی رات کو حاکم مدینہ کے ہاتھ پر یزید کے واسطے بیعت کی کیونکہ ان کو یہ حدیث یاد تھی اور ان کو اندیشہ ہوا کہ رات میں اگر انتقال کر گئے تو بغیر امام کے دنیا سے کوچ کریں گے۔ (ان بزرگوار نے حضرت علی علیہ السلام سے بیعت نہ کی تھی) اب یہ امر غور طلب ہے کہ جب امامت کی اس درجہ اہمیت ہے تو امام کے صفات قرآن مجید میں ضرور ہوں گے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق ضرور بالضرور ارشاد فرمایا ہو گا۔ امام کی اطاعت کا واجب ہونا بھی قرآن مجید اور حدیث شریف میں ہو گا۔ اور صفات امام قرآن مجید میں اگر درج نہ ہوں تو پھر جن لوگوں نے امام مقرر کرنا اپنا ذریعہ سمجھا ہو گا وہ جو صفات چاہیں مقرر کر لیں۔

اطاعت امام کا وجوب ... "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ..."
(النساء - ۶۲) سے ظاہر ہے اور اس آیت سے قبل آیتہ ۶۱ میں امام کے واسطے عدالت کے

ساتھ حکم کرنا واجب قرار دیا ہے۔ "۔۔۔ واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔۔" امام اگر عادل ہو تو یہی دلیل عصمت ہے۔

شیعہ امامیہ اپنے امام زمانہ کو مانتے اور جانتے ہیں۔ ان کے غائب ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کے ظہور کے منتظر ہیں۔ دراصل مسئلہ امامت میں سنی شیعہ اہل حدیث صوفیہ سب متفق ہیں۔ صحیح مسلم میں مسئلہ امامت و خلافت کے متعلق دوسری جلد میں مسلسل ۹ حدیثیں وارد ہیں۔ ۱۲ کے عدد میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اب کوئی حضرت شیخ علیہ رحمۃ اللہ کا پیرو صحیح مسلم کو نہ مانے تو وہ شرح فقہ اکبر کو مان کر ۱۲ خلفاء پر ضرور اعتقاد رکھے گا۔ مختلف راویوں کے حوالہ سے بہ الفاظ مختلف حدیث "سیکون بعدی اثنا عشر خلیفہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔ صحیح مسلم کے علاوہ کنز العمال میں "سیکون بعدی من الخلفاء عدۃ نقباء بنی اسرائیل" اور معجم کبیر طبرانی میں جابر بن سمرہ کی زبانی درج ہے۔ "قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون لہذہ الامۃ اثنا عشر خلیفہ فیما لا یضرھم من خذلھم کلھم من قریش"

ترجمہ:- اس امت میں ۱۲ خلیفہ ہوں گے۔ ان کو اگر کوئی نہ مانے گا تو ان کی خلافت کو ضرر نہ پہنچے گا۔ سب قریش سے ہوں گے" ان کے علاوہ متعدد کتب احادیث میں خلفاء کی تعداد ۱۲ درج ہے۔ اب وہ تیس ۳۰ سال کی مدت خلافت والی حدیث ان حدیث کی کتابوں میں نظر نہیں آتی اور نہ ۱۲ خلفاء میں یہ شرط ہے کہ چار پہلے خلافت راشدہ کے مالک اور پانچویں معاویہ اتنی مدت تک خلافت راشدہ کے مالک رہیں گے جب تک تیس سال کی مدت پوری ہو۔ پھر وہ خود بخود خلافت سے دست بردار ہو کر بادشاہ بن جائیں گے۔ اور استحقاق تصرف عام کی پرواہ

نہ کریں گے۔ ایک اور بات خاص طور پر قابل غور ہے "ہر حدیث میں سکون بعدی یا
اس کے ہم معنی لفظ وارد ہوا ہے" اب دیکھنا یہ ہے کہ بعدی کا مفہوم کس وقت سے
شمار کیا جائے گا۔ فوراً بعد وفات یا دفن کے بعد اور اگر اس دو تین دن کے عرصہ میں
کوئی شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر راہی ملک عدم ہو گیا تو وہ
کس امام کے نام سے پکارا جائے گا۔ اور اگر حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر کا کہنا نہ مانتے
تو پھر حضرت عمر کو حضرت ابوبکر اپنا امام تسلیم کر لیتے۔ اور "افضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق"
شرح عقائد میں نہ ہوتا۔ اس سے زیادہ توجہ کے قابل یہ بات ہے کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز
کے بعد سے آج تک عامہ مسلمین کس امام کے ماننے والے ہیں۔ یا عمر بن عبدالعزیز پر
بارہ کا عدد ختم کر دیا گیا ہے۔ اور اب ان کے بعد کسی امام کے نام سے قیامت میں پکارا
نہ جائے گا۔ اور پکارا جائے گا تو لوگ جو اپنے امام زمانہ سے واقف نہ ہوں گے وہ ایک
دوسرے کا منہ تکیں گے۔ اور پھر جو ہوگا دیکھ لیا جائے گا۔ معاملہ ہے ذرا نازک امید ہے
کہ امامت کا استہزا کرنے والے کسی امام کا پتہ لگا لیں گے۔

صحیح مسلم میں ایک اور حدیث بھی ہے جس کے راوی جابر بن سمرہ ہیں۔ آنحضرت
نے فرمایا " لا یزال الدین قائماً حتی تقوم الساعۃ او یکون علیکم اثنا عشر خلیفہ
کلہم من قریش" اور اسی راوی نے ایک اور حدیث بیان کی ہے "لا امر لا ینقضی حتی یمضی فیہم اثنا عشر
خلیفہ کلہم من قریش" ان دونوں حدیثوں میں خلفاء اثنا عشر کا وجود قیامت تک بیان کیا گیا ہے۔ اور دین
بھی اس وقت تک باقی رہے گا جب تک ۱۲ خلفاء اس امت میں نہ ہو لیں۔ اب
نہ تو ابھی قیامت آئی ہے اور نہ دین ختم ہو گیا ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ خلفاء
اثنا عشر کی فہرست کی آخری فرد موجود ہے۔ ورنہ ان حدیثوں سے دست بردار ہو

ان تمام کتابوں سے ہاتھ دھونا ہوگا جن میں ۱۲ خلفاء اور ائمہ کی فہرست درج ہے اور ان کے صفات ہیں۔ اور قرآن مجید سے بھی انکار کرنا ہوگا۔ پچھلے صفحوں میں وہ آیات درج ہو چکی ہیں جن میں امام، اولوالامر، اور حاکم عادل کا تذکرہ ہے۔ دوبارہ ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔ تیسیر شرح جامع صغیر میں شیعہ امامیہ کے بارہ اماموں کے نام علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ، باقرؑ، صادقؑ، کاظمؑ، رضاؑ، تقیؑ، نقیؑ، حسن عسکریؑ اور محمد المہدی قائم المنتظر" درج ہیں۔ لیکن ملا علی قاری نے خلفاء اثنا عشر کی فہرست اس کے خلاف پیش کی ہے۔ علامہ تفتازانی نے خلفاء اثنا عشر کی فہرست درج نہیں کی ہے لیکن ائمہ اثنا عشر جن کو شیعہ مانتے ہیں ان کی فہرست وہی درج کی ہے جو شرح جامع صغیر میں ہے۔ ملا صاحب کی فہرست ملاحظہ ہو فی شرح الفقہ الاکبر" فالاثنا عشر هم الخلفاء الراشدین، ابوبکر و عمر و عثمان و علی و معاویہ و ابنہ یزید و عبد الملک بن مروان و اولادہ اربعۃ هشام و سلیمان و یزید و ولید و بینهم عمر ابن عبد العزیز"

شیعہ امامیہ جن ۱۲ بزرگواروں کو امام خلق اور خلیفہ رسول تسلیم کرتے ہیں ان کے متعلق اہل سنت والجماعت، صوفیاء کرام، اہل حدیث سب کا عقیدہ ایک ہے

خلفاء کی تعداد اثنا عشر ۱۲ بلا کسی تفریق (راشدہ وغیرہ) کے اہل سنت کی معتبر ترین کتابوں میں حسب ذیل طرق سے بیان کی گئی ہے صحیح بخاری میں تین طریقہ سے صحیح مسلم میں نو طریقہ سے ابو داؤد میں تین طریقہ سے۔ ترمذی میں ایک طریقہ سے۔ حمیدی میں تین طریقہ سے۔ بخاری میں ہے" عن جابر مرفوعا قال یکون بعدی اثنا عشر امیراً فقال کلمۃ لم اسمعها فسئلت ابی ماذا قال قال

كلهم من قريش" مسلم میں عامر بن سعد سے روایت ہے" قال کتبت الی ابن سمرة اخبرنی بشیٍٔ سمعتہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتب الی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الجمعۃ عشیۃ رجم الاسلمی یقول لا یزال الدین قائماً حتی تقوم الساعۃ ویکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش"

نمونہ کے طور پر دو سب سے زیادہ اہم کتابوں کا تذکرہ کر دیا۔ جمع الفوائد میں جابر بن سمرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا • لا یزال ہذا الدین قائماً حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفہ کلہم تجتمع علیہ الامۃ فسمعت کلاماً من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم افہمہ فقلت لابی مایقول قال کلہم من قریش" یہ حدیث ان ہی الفاظ کے ساتھ بخاری، مسلم، ترمذی اور ابو داؤد میں درج ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۲ خلفاء سے حضور سرور عالم نے کیا مراد لی ہے۔ کسی جماعت یا افراد جماعت کو نامزد کیا یا نہیں اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں نے ان ذوات کو تسلیم کیا ہے یا کسی جماعت نے اختلاف بھی کیا ہے۔ وجوہ اختلاف کیا ہیں۔ فرائد السمطین میں بہ اسناد معتبرہ مجاہد سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس سے سنا" قال قدم یہودی یقال لہ معثل فقال یا محمد اسئلک عن اشیاء تلجلج فی صدری منذ حین فان اجبتنی عنھا اسلمت علی یدیک قال سل یا ابا عمارۃ فقال یا محمد صف لی ربک فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یوصف الا بما وصف بہ نفسہ و کیف یوصف الخالق الذی تعجز العقول عن تدرکہ والاوھام ان تنالہ والخطرات ان تحدہ والابصار ان تحیط بہ جل وعلا عما یصفہ الواصفون نائی فی قربہ وقریب فی نائہ۔ ھو کیف الکیف واین الاین فلا یقال لہ این

هو وهو منقطع الكيفية والاينونية فهو الاحد الصمد كما وصف نفسه و
الواصفون لا يبلغون نعته لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد - قال
صدقت يا محمد فاخبرني عن قولك انه واحد لا شبيه له اليس الله واحد
والانسان واحد فقال صلى الله عليه وسلم الله عزوجل واحد حقيقي احدی المعنى
ای لا جزء ولا تركيب له والانسان واحد ثنائی المعنى مركب من روح وبدن
قال صدقت فاخبرني عن وصيك من هو فما من نبی الا وله وصی وان نبينا
موسیٰ بن عمران اوصی یوشع بن نون فقال ان وصی علی بن ابی طالب وبعده
سبطای الحسن والحسين تتلوه تسعة ائمه من صلب الحسين قال يا محمد
فسمهم لی قال اذا مضى الحسين فابنه علی فاذا مضى علی فابنه محمد فاذا
مضى محمد فابنه جعفر فاذا مضى جعفر فابنه موسیٰ فاذا مضى موسیٰ فابنه
علی فاذا مضى علی فابنه محمد فاذا مضى محمد فابنه علی فاذا مضى علی فابنه الحسن فاذا
مضى الحسن فابنه الحجة محمد المهدی فهؤلاء الاثنا عشر قال اخبرنی كيفية
موت علی والحسن والحسين قال صلى الله عليه وسلم يقتل علی بضربة
على قرن والحسن يقتل بالسم والحسين بالذبح قال فاين مكانهم
قال فی الجنة فی درجتی قال اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله - و
اشهد انهم الاوصياء بعدك ولقد وجدت فی كتب الانبياء المتقدمة
وفيما عهد الينا موسیٰ بن عمران ..... "الخ"

ترجمہ:- کتاب فرائد السمطین میں بہ اسناد معتبرہ مجاہد اور ابن عباس
سے روایت ہے کہ ایک یہودی جس کا نام نعثل تھا خدمت مبارک (حضرت سرورِ کائنات

میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمدؐ آپسی بعض چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جو میرے دل کو عرصہ سے پریشان کیے ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے (اطمینان بخش) جواب دیدیا تو میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لوں گا۔ (حضور نے) ارشاد فرمایا اے ابا عمارہ دریافت کرو جو کچھ تمہارا دل چاہے۔ (یہودی نے) عرض کیا اے محمدؐ اپنے خدا کا وصف بیان فرمائیے۔ آنحضرت نے فرمایا خداوند عالم کا وصف کوئی نہیں کر سکتا سوائے اس طریقہ کے جس طرح اس نے خود اپنا وصف فرمایا ہے۔ اور کس طرح سے خالق کائنات کا وصف کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ عقل کے احاطہ و امکان سے باہر ہے۔ کہ اس کے کنہ معرفت کا ادراک کرے۔ وہم کی رسائی اس کے آستانہ قدس تک نہیں ہے۔ اور نہ خطور قلبی اس کی حدبندی کر سکتے ہیں۔ آنکھیں اس کے جلال و جمال کے معائنہ سے عاجز ہیں۔ اس کی شان ارفع و اعلیٰ ہے اس امر سے کہ اس کا وصف کیا جائے وہ اس قدر قریب ہے کہ نظر نہیں آسکتا۔ اور اس درجہ دور ہے کہ کوئی آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی (قرب مفرط اور بعد مفرط مانع دید ہے) کیفیت اور اینونیت کا وہی موجد ہے۔ اس لیے یہ دونوں حالتیں مخلوق پر طاری ہوتی ہیں۔ اس کی ذات ان سے اجل و ارفع ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے (کیونکہ وہی موجد مکان ہے۔ بلکہ وہ ہر جگہ ہے اور پھر کسی جگہ نہیں) وہ تعریف کرنے والوں کی تعریف سے مستغنی ہے۔ وہ خود اپنا وصف فرماتا ہے۔ اس کی شان میں صرف اس قدر کہنا کافی ہے "لَم یَلِدۡ وَ لَمۡ یُولَد وَلَم یَکُن لَہُ کُفُوًا اَحَدٌ" (نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اس کو جنا۔ اور کوئی اس کا کفو نہیں ہے۔) یہودی نے عرض کیا کہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا اب یہ بیان فرمائیے کہ ابھی آپ نے کہا ہے کہ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شبیہ نہیں کیا خداوند عالم نہیں ہے

اور کیا انسان بھی واحد نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا خداوند عزوجل واحد حقیقی ہے۔ احدی المعنی ہے۔ اس کے واسطے نہ جز ہے نہ ترکیب اور انسان باعتبار معنی واحد نہیں ہے کیونکہ وہ روح اور جسم سے مرکب ہے اس نے عرض کیا حضور نے صحیح فرمایا۔ اب ارشاد فرمائیے کہ آپ کا وصی کون ہے۔ اس لیے کہ کوئی پیغمبر بغیر وصی کے نہیں گزرا۔ اور ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ بن عمران نے اپنا وصی حضرت یوشع بن نون کو قرار دیا تھا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا میرا وصی علی ابن ابی طالب ہیں اور ان کے بعد میرے دو نواسے حسن اور حسین اور حسین کے بعد صلب حسین سے نو شخص ہوں گے۔ اس نے عرض کیا مہربانی فرما کر ان کے نام بتلائیے۔ حضور نے ارشاد فرمایا جب حسین دنیا سے اٹھ جائیں گے تو ان کے فرزند علی اور علی ابن الحسین کے بعد ان کے فرزند محمدؐ پھر ان کے فرزند جعفر پھر ان کے فرزند موسیٰ پھر ان کے فرزند علی پھر ان کے فرزند محمدؐ پھر ان کے فرزند علی پھر ان کے فرزند حسن (العسکری) پھر ان کے بعد ان کے فرزند حجۃ محمدؐ المہدی ہوں گے۔ یہ سب ۱۲ نفوس ہوئے۔

یہودی نے عرض کیا کہ مجھے یہ بھی بتائیے کہ علی حسن اور حسین کی وفات کس طرح ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی کے فرق مبارک پر ضرب لگائی جائے گی۔ حسن کو زہر دغا سے شہید کیا جائے گا۔ اور حسین کا گلوئے نازنین کاٹا جائے گا۔ یہودی نے دریافت کیا کہ ان کا مکان کہاں ہوگا فرمایا بہشت عنبر سرشت میں میرے درجہ میں ہوں گے۔ اس نے کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا اور کہا واقعی آپ پیغمبر برحق ہیں۔ اور یہ بزرگوار آپ کے وصی ہیں جیسے۔ اپنے مذہب کی کتابوں میں بھی پایا ہے۔ اور ہمارے پیغمبر موسیٰ بن عمران نے بھی عہد لیا تھا

حضرت مولانا جامی کے پیرو مرشد حضرت احمد جام ۲۲ سال کی عمر تک عالم جذب و کیفیت میں رہتے تھے۔ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کا موقع ہی نصیب نہ ہوا۔ اسی حالت میں پہاڑ میں داخل ہو گئے۔ اور ۱۸ سال کامل غار میں انظار عالم سے پوشیدہ رہے۔ جب برآمد ہوئے تو سن مبارک چالیس سال کا تھا۔ حضرت شیخ جامی نے اپنی کتاب نفحات میں تحریر کیا ہے کہ غار میں جہاں کوئی نان و خورش کا انتظام نہ تھا۔ ۱۸ سال رہ کر جب باہر آئے تو حکم ایزدی سے ہدایت مخلوق الٰہی میں مصروف ہوئے اور ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا حجم بقدر ایک ہزار صفحہ کے تھا۔ اس کتاب کے مطالب عالیہ اور غموض معانی کو دیکھ کر اس زمانہ کے علمار انگشت حیرت بدندان تھے۔ اس بزرگ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی تعداد چھ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ ان جناب کے کرامات اور خوارق عادت کا ذکر کتاب مذکور میں حضرت جامی نے فرمایا ہے۔ اور ذیل کے اشعار درج کیے ہیں

من ز مہر حیدرم ہر لحظہ اندر دل صفاست ؎ وز پے حیدر حسن مارا امام و رہنماست

ہمچو کلب افتادہ ام بر آستان بوالحسن ؎ خاک نعلین حسین بر ہر دو چشمم طوطیاست

عابدین تاج سر و باقر دو چشم روشنم ؎ دین جعفر بر حق است و مذہب موسیٰ روا ست

اے موالی وصف سلطان خراسان را شنو ؎ ذرۂ خاک قبرش درد منداں را دوا ست

پیشوائے مومناں است اے مسلماناں تقی ؎ گر نقی را دوست داری بر صحیح مذہب روا ست

عسکری نور دو چشم عالم است و آدم است ؎ ہمچو یک مہدی سپہ سالار در عالم کجا ست

قلعۂ خیبر گرفتہ آں شہنشاہ عرب ؎ زانکہ در بازوئے حیدر نامہ لا فتیٰ ست

شاعراں از بہر سیم و زر سخنہا گفتہ اند ؎ احمد جامی غلام خاص شاہ اولیا ست

ینابیع المودۃ میں علامہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی حنفی نقشبندی باب ۸۰ مطبوعہ مصر میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقال بعض الشافعیۃ فی قصیدۃ الدالیۃ المشہورۃ......

۱۔ وسائلی عن حب اھل البیت ھل اسر اعلان بہم ام اجحد (۲) واللہ مخلوط بلحمی ودمی حبھم ھم الھداۃ والرشید (۳) حیدرۃ والحسنان بعدہ ثم علی وابنہ محمد (۴) وجعفر الصادق وابن جعفر موسٰی ویتلوہ علی السند (۵) اعنی الرضا ثم ابنہ محمد ثم علی وابنہ المسدد (۶) والحسن الثانی ویتلو تلوہ محمد بن الحسن المعتمد (۷) فانھم ائمتی وسادتی وان لحانی معشر وفندوا (۸) ائمۃ اکرم بھم ائمۃ اسماؤھم مسرودۃ تسطرد (۹) ھم حجج اللہ علی عبادہ۔ وھم الیہ منہج ومقصد (۱۰) ھم النہار صوم لربھم وفی الدیاجی رکع وسجد (۱۱) قوم لھم مکۃ و الابطح والخیف جمع والبقیع الغرقد (۱۲) قوم منی والمشعرات لھم۔ والمروتان لھم والمسجد (۱۳) قوم لھم فی کل ارض مشھد لا بل لھم فی کل قلب مشھد۔ ترجمہ ان اشعار کا صفحہ ۱۲۷ پر ملاحظہ ہو۔

رئیس اہل الحدیث نواب وقار نواز جنگ وزیر حیدر آباد دکن نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی میں جو بزبان عربی ۷ جلدوں میں موجود ہے۔ مجلد الثالث میں اہل الحدیث کا عقیدہ تحریر فرمایا ہے جو ناظرین کرام کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ فرماتے ہیں:۔

اھل الحدیث یتبرؤن عن داب الروافض فھم یبغضون ویسبو

نهم وكذا يتبرؤن عن دأب الخوارج والنواصب نهم يبغضون اهل البيت. فطريقهم طريقة المثلى وجادتهم جادة الفضلى هم سلم لمن سالم اهل البيت وحرب لمن حارب اهل البيت ولوجرى الحرب بين امامنا علی بن ابی طالب ومعاویہ فی عصرنا لکنا مع امامنا علی بن ابی طالب ثم بعده مع امامنا الحسن ثم بعده مع امامنا الحسین ثم بعده مع امامنا علی بن الحسین ثم بعده مع امامنا محمد بن علی ثم بعده مع امامنا جعفر بن محمد ثم بعده مع امامنا موسی بن جعفر ثم ان نکون ان شاء الله مع امامنا المهدی المنتظر هم الامراء فی الحقیقة انتهت الیهم خلافة سید المرسلین ورياسة الدين المتين فهم شموس سماء الایمان والیقین ... الخ (ترجمہ) اہلحدیث روافض کے طریقہ سے بیزار ہیں۔ کیونکہ یہ اُن سے (صحابہ سے) بغض رکھتے ہیں اور اُن کو بُرا کہتے ہیں اور اسی طرح خوارج اور نواصب کے طریقہ سے بھی تبرا کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اہلبیت سے بغض رکھتے ہیں۔ پس ان کا طریقہ نہایت عمدہ اور میانہ روی کا راستہ ہے۔ اُن کی صلح اُس شخص سے ہے جس سے اہلبیت کی صلح ہے۔ اور جس سے اہلبیت کی جنگ ہے یہ (اہلحدیث) اُس سے آمادہ پیکار ہیں۔ اگر ہمارے زمانہ میں ہمارے امام علی سے معاویہ کا سرپرجنگ ہونا تو ہم (اہلحدیث) اپنے امام علی بن ابی طالب کے ساتھ ہوتے۔ پھر بعد اُن کے اپنے امام حضرت حسن کے ساتھ ہوتے پھر اُن کے بعد اپنے امام حسین کے ساتھ پھر اُن کے بعد اپنے امام علی بن الحسین کے ساتھ پھر اُن کے بعد اپنے امام محمد بن علی کے ساتھ پھر اُن کے بعد اپنے امام جعفر بن محمد کے ساتھ پھر اُن کے بعد اپنے امام موسیٰ بن جعفر

کے ساتھ پھر اُن کے بعد اپنے امام علی بن موسیٰ کے ساتھ پھر اُن کے بعد اپنے امام محمد بن علی کے ساتھ پھر اُن کے بعد اپنے امام علی بن محمد کے ساتھ پھر اُن کے بعد اپنے امام حسن بن علی کے ساتھ ہوتے۔ اور اب اگر خدا نے چاہا تو اپنے امام حضرت محمد المہدی۔ المنتظر کے ساتھ ہونگے۔ یہی درحقیقت امیر ہیں۔ انہی پر خلافت حضرت سید المرسلین ختم ہوئی اور دین متین کی ریاست کی بھی ان ہی بزرگواروں پر انتہا ہوئی پس یہ آسمان ایمان و یقین کے روشن آفتاب ہیں۔ الخ

حضرات اہلسنت والجماعت فرقہ قادریہ کے مایۂ ناز عالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری بدایونی علیہ رحمۃ اللہ جو اپنے زمانہ کے علماء اہلسنت میں وحید عصر و فرید دہر تھے اپنے دیوان مطبوعہ میں فرماتے ہیں ؎

یہ کس طرح کہوں کہ علی کا غلام ہوں — بندے ہیں اسکے ہم جو علی کا غلام ہے

باطن کے جو امام ہیں قبل اُسکے یا کہ بعد — سب اُسکے مقتدی ہیں وہ سب کا امام ہے

ایک دوسری غزل میں اسی دیوان میں فرماتے ہیں ؎

تاثیر کا یہ لحمک لحمی کی حال ہے — نسل علی میں حصر محمد کی آل ہے

نمونہ کے طور پر صرف یہ شعر نقل کئے گئے۔ کراچی میں ہمارے پاس بھی موصوف کا مطبوعہ دیوان موجود ہے جو صاحب چاہیں دیکھیں۔ آخری شعر سے ثابت ہوا کہ یہ جلیل القدر عالم اہلسنت۔ جو قادری بھی تھے آل علی میں نسل حضرت ختمی مرتبت کا انحصار تسلیم کرتے ہیں۔ صرف شیعہ امامیہ ہی کا عقیدہ نہیں ہے کہ حضرت علی کے بعد وہ عہدہ جس پر خدا کی جانب سے مامور تھے اُن کی نسل میں باقی رہا بلکہ مسلمانان عالم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

شیعہ امامیہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے گیارہ فرزندوں کو امام برحق منصوص من اللہ۔ معصوم اور تمام اہل زمانہ سے افضل مانتے ہیں۔ انہی بارہ اماموں کو صوفیائے کرام حنفی اور اہلحدیث بھی امام مانتے ہیں (شرح عقائد صفحہ ۱۰۶) اب اہلسنت دو قسم کے ہوسکتے ہیں اگرچہ یہ قسمیں صرف عمل سے سمجھ میں آسکتی ہیں کسی کتاب میں تشریح اور تفصیل مشکل سے ملیگی۔ ایک وہ ہیں جو خلفائے راشدین کے ساتھ معاویہ اُس کے فخرِ اب و جد فرزند یزید، عبدالملک اس کے بیٹوں اور عمر بن عبدالعزیز کو ملا کر بارہ کا عدد پورا کرتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو معاویہ۔ یزید اور بنی اُمیہ کو امام نہیں مانتے۔ حضرات خلفائے ثلاثہ کے ساتھ عقیدت رکھتے ہوئے امامت کا تاج علی اور ان کی اولاد اطیاب کے سر ہی دیکھنے پر رضامند ہیں۔ مندرجہ بالا اشعار میرے دعوے کی تائید کرینگے۔ ہمنے احتیاط کی حد کر دی ورنہ بنی اُمیہ کے بعض نامور خلفا کے کارنامے ضرور بیان کر دیتے۔ ہمارے مہربان نے امامیہ کے عقائد کے ذیل میں چمکا کر لکھدیا ہے کہ امامیہ امام کو معصوم مانتے ہیں گویا یہ بدترین گناہ ہے۔ شرح مسلم الثبوت میں ملا بحر العلوم لکھنوی نے اسی قسم کی تلقین کی ہے اس لئے ہم کو شکایت کا موقع نہیں ہے۔ ملا صاحب فرماتے ہیں "ولا تصغ الی قول من یقول الانبیاء کیف یخطئون فی احکام اللہ تعالیٰ فان ھذا القول قد صدر من شیاطین اھل البدع کالروافض و غیرھم الم تر اھل الحق من السنۃ والجماعۃ القامعین للبدعۃ کثرھم اللہ تعالیٰ یجوزون الانبیاء الخطاء" (ترجمہ) اور جو شخص یہ کہے کہ انبیاء سے کس طرح خطا سرزد ہوسکتی ہے تو تم اس کی طرف توجہ نہ کرو۔ کیونکہ یہ قول بدعتی شیطانوں رافض وغیرہ کا ہے۔ تم کو معلوم

ہونا چاہیئے کہ اہل حق کا گروہ جو اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت کہتا ہے اور بنوں کا ستانے والا ہے۔ خدا اس گروہ کو اور کثرت عطا کرے۔ تمام انبیاء سے صدور خطا کو جائز مانتا ہے۔

اور شرح عقائد میں علامہ تفتازانی اس عقیدہ کی یوں شرح کرتے ہیں۔

"انھم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعدہ بالاجماع وکذا عن تعمد الکبائر عند الجمہور واما سھواً فجوزہ الاکثرون۔ واما الصغائر فیجوز عمداً عند الجمہور ویجوز سھواً بالاتفاق۔ ترجمہ۔ انبیاء قبل وحی بھی کفر سے بری تھے اور بعد بھی۔ اس پر اجماع ہے۔ اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک گناہ کبیرہ کے عمداً ارتکاب سے معصوم تھے اور سہواً اکثر کے نزدیک جائز ہے۔ جمہور کا اتفاق ہے کہ انبیاء سے صدور گناہ صغیرہ عمداً جائز ہے۔ لیکن سہواً گناہ صغیرہ کے ارتکاب پہ اجماع ہے

دیکھنا یہ ہے کہ مسئلہ عصمت میں یہ اختلاف عقائد کیوں ہے اور شیعہ امامیہ اگر امام کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو اہلسنت کو کیوں ناگوار ہوتا ہے سر دست وجہ اختلاف بیان کرتے ہیں۔ امام دوانی شرح عقائد عضدیہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔ واعلم ان مسئلۃ الامامۃ لیست من الاصول التی یجب علی مکلف معرفتھا عند اھل السنۃ والجماعۃ (غالباً حضرت علامہ کو حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ اور یوم ندعوا کل اناس بامامھم، آیۃ قرآنیہ پیش نظر نہ رہی ورنہ اس اہم ترین مسئلہ کو یوں حقیر نہ سمجھتے) لکن لما جعل الشیعۃ من الاصول وزعموا فیھا اموراً مخالفۃ المذھب الجمہور جرت عادۃ المتکلمین بایرادھا فی ذیل النبوۃ" (ترجمہ) جاننا چاہیے کہ مسئلہ امامت

داخل اصول دین نہیں ہے جس کی معرفت مکلف پر واجب ہو یہ عقیدہ اہلسنت و
الجماعت کا ہے۔ لیکن جبکہ شیعہ نے امامت کو داخل اصول دین قرار دیا اور اس کے
متعلق ایسی باتوں کے معتقد ہوئے جو مذہب جمہور کے مخالف تھیں تو متکلمین کی یہ عادت
پڑگئی کہ نبوت کے ذیل میں امامت کا ایراد کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ صرف اپنے حریف کی مخالفت کی وجہ سے عصمت انبیا او
اعتقاد امامت سے دست بردار ہوگئے چونکہ مقالہ نگار کو تسلیم ہے کہ شیعہ امام کو معصو
مانتے ہیں اس لئے کتب شیعہ سے عصمت ائمہ کا ثبوت دینا ضروری نہیں ہے یہ ام
مسلمہ ہے۔ رہے اہلسنت تو وہ نہ امام کو منصوص من اللہ مانتے ہیں اور نہ معصوم۔
چنانچہ سیف مسلول میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی جو مشہور عالم اہلسنت تھے فرماتے ہیں
"بدانکہ امام نزد اہلسنت وجماعت شخصے راگویند کہ سلط باشد بر مردم بطوع وتسلیہ
یا بقہر وغلبہ" اور مسلط ہوجانے پر اسکی امامت برقرار رہتی ہے۔ جیسا کہ علامہ تفتازا
شرح عقائد میں تحریر فرماتے ہیں ولا یشترط فی الامام ان یکون معصوما ولا ینعزل
بالفسق والجور ۱۱۴ صفحات ماقبل میں ذکر ہوچکا ہے اب تکرار مطلب سے فائدہ نہیں
صرف اسی قدر اشارہ کافی ہے کہ امام کے واسطے معصوم ہونا ضروری نہیں ہے ا
اور نہ وہ فسق وجور کے باوجود عہدۂ امامت سے معزول ہوسکے گا۔ چونکہ امامت او
خلافت کے معنی سمجھنے میں غلطی ہوجاتی ہے اس لئے یہ مسئلہ مابہ النزاع بن گیا ور
حقیقتاً ایسا نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیے۔ شیعہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ نبی کا جانشیر
خود نبی مقرر نہیں کر سکتا۔ پھر عوام کو یہ حق کہاں سے پیدا ہوسکتا ہے۔ حضور سرو
عالم حسب فرمان ایزدی مثیل حضرت موسیٰ ہیں" انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھد

علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً (المزمل ۱۵) اور حضرت موسیٰ کی قوم میں ۱۲ نقیب ہونا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے " ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنا عشر نقیبًا وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضاً حسنًا لاکفرن عنکم سیئاتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتھا الانھار فمن کفر بعد ذلک منکم فقد ضل سواء السبیل" (المائدہ ۔ ۱۵) قرآن مجید کی اس آیۃ کو توریت کے سفر تکوین باب ۱۷ آیت ۲۰ سے ملایا جائے تو صاف پتہ چل جائے گا کہ بنی اسرائیل کے بھی نقیب حضرت موسیٰ کے بعد بارہ تھے۔ لیکن یہ فرق یاد رہے کہ حضرت موسیٰ صرف بنی اسرائیل کے واسطے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے لہٰذا اُن کے نقبا کا دائرۂ عمل محدود تھا اور حضور سرور عالم وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرًا ونذیرًا" کے ساتھ اس وقت تک کے واسطے نبی بنائے گئے ہیں جب تک انسانیت کا وجود صفحۂ ہستی پر باقی رہے۔ جناب احدیت نے حضرت ابراہیم سے فرمایا "اور اسمٰعیل میں نے اُس کے حق میں تیری بات سُنی۔ دیکھ اب میں برکت دوں گا اور اس کو بارآور کروں گا اور بہت افزائش دونگا اور اُس سے بارہ رئیس پیدا ہونگے اور میں اس کو بڑی قوم بناؤں گا (توریت سفر تکوین باب ۱۷ آیت ۲۰) (نوٹ صفحہ ما قبل)

۴م امام کے واسطے عصمت شرط نہیں ہے اور نہ فسق وجور کے سبب سے وہ معزول ہوگا یعنی جب امام اجماع یا قہر وغلبہ سے امام بن جائے یا بنا دیا جائے تو بنانے والے اس کو بگاڑ نہیں سکتے بن گیا سو بن گیا۔ اس کے واسطے قرآنی دلیل یا حدیث معتبر درکار تھی جو انشاء اللہ تلاش سے بھی نہ ملے گی۔ دنیاوی سلطنت میں اگر کوئی حاکم

یا صدر جمہور جب بے راہ روی اختیار کرتا ہے تو عدم اعتماد کا ووٹ پاس کیا جاتا ہے اور اُس کو اپنے عہدہ سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ ہمارے ملک میں اگر کسی سلطنت کا رکن بغیر جائز ذرائع کے مقرر ہو جاتا ہے تو اُس کی غلط کرداری ثابت ہونے پر اُسکے خلاف PARODA کی کارروائی ہوتی ہے تو کیا خدا کی حکومت میں ایسے ظالموں فاسقوں اور اہل جور کے خلاف کوئی قانون نہ ہوگا جہاں ایسے ظالموں کی دال نہ گلے

حضرت موسیٰ کے جانشین اور وزیر اُن کے بھائی حضرت ہارون مقرر ہوئے "ولقد اتینا موسیٰ الکتاب وجعلنا معہ اخاہ ھٰرون وزیرا" الفرقان - ۲۷ اس سے ظاہر ہوا کہ وزیر کا تقرر بھی ید قدرت میں تھا۔ حضرت موسیٰ کو وزیر مقرر کرنے کا بھی اختیار نہ تھا۔ دوسری آیت اس مطلب کی مؤید ہے "قال رب اشرح لی صدری ویسّر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرًا من اھلی ھٰرون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری کی نسبحک کثیرًا ونذکرک کثیرا انک کنت بنا بصیرا قال قد اوتیت سؤلک یا موسےٰ (طٰہٰ - ۲۶ - ۳۶) وزیر کے تقرر کی درخواست حضرت موسیٰ نے کی حضرت ہارون کی سفارش کی جناب احدیت نے درخواست منظور فرمائی اور حضرت ہارون مقرر ہوگئے شیعہ امامیہ کا اعتقاد ہے کہ خلیفہ - وزیر، امام و امیر کا تقرر خداوند عالم کی جانب سے ہوتا ہے۔ انسان کو خدائی عہدوں کے واسطے اپنی رائے سے کسی کو منتخب کرنے کا حق نہیں ہے اور اس دعوے کی تائید میں آیہ قرآن مجید "وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ" (القصص - ۶۸) سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ اللہ نے بھی غنیۃ الطالبین ص۱۶۳ پر تحریر فرمایا ہے کہ

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لیلۃ عرج بی الی السماء سالت ربی عزوجل ان یجعل الخلیفۃ من بعدی علی ابن ابی طالب فقالت الملئکۃ یا محمد ان اللہ یفعل ما یشاء الخلیفۃ من بعدک ابو بکر" اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب سرور کائنات جانتے تھے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا ید قدرت میں ہے۔ خود آنحضرت بھی مقرر نہیں فرما سکتے۔ اب ملائکہ نے جواب دیا کہ حضور آپ جو چاہتے ہیں وہ نہ ہوگا خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہونگے۔ اگر یہ بیان صحیح ہے تو پھر اسی حدیث سے سقیفہ بنی ساعدہ میں استدلال کیوں نہ کیا گیا۔ حضرت ابوہریرہ راوی بیان کئے گئے ہیں کیا یہ وقت وفات سرور کائنات مدینہ میں نہ تھے۔ اور کیا حضور نے حضرت ابوبکر کو بھی یہ مژدہ جاں بخش نہ سنایا تھا اور نہ یہ خبر وحشت اثر حضرت علی ابن ابی طالب کو سنائی جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ کبھی مدعی خلافت نہ ہوتے اور بعد وفات سرور عالم حضرت ابوبکر کی خلافت کی تائید کرتے۔ اور اگر یہ حدیث اس وقت تک پردۂ خفا میں رہی جب تک کہ شیخ علیہ رحمۃ اللہ نے اس کا اظہار نہ فرمایا تو اس اخفا کا ذمہ دار کون ہے اور جناب شیخ تک یہ حدیث کس سلسلہ رواۃ سے پہونچی ہے۔ اگر راویان حدیث کا سلسلہ آنحضرت تک نہیں پہونچتا تو پھر حدیث کی قدر وقیمت معلوم۔

میں چاہتا ہوں کہ اس بیان کی تائید میں یا تردید میں غنیۃ الطالبین ہی کو پیش کردوں۔ ملاحظہ ہو:۔ جب وقت وفات آنحضرت کا قریب آیا حضرت شیخ نے تحریر فرمایا ہے "قیل من نؤمر بعدک یا رسول اللہ۔ قال ان تؤمروا ابا بکر تجدوہ زاھدًا فی الدنیا راغبًا فی الاخرۃ وان تؤمروا عمر تجدوہ قویا امینًا لایخاف

فی اللہ لومۃ لائم۔ وان تولوا علیاتجدوہ ہادیاً مہدیاً فلذا اجمعوا
علی خلافۃ ابی بکرؓ" (غنیۃ الطالبین)
اس بیان سے اس قدر معلوم ہوا کہ لوگوں کو فکر تھی کہ آنحضرت کے بعد کسی کو
خلیفہ ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوہریرہ والی وہ روایت جس میں شب معراج ملائکہ نے
آنحضرت کو حضرت ابوبکر کی خلافت کا مژدہ جاں بخش سُنایا تھا غلط ثابت ہوئی۔ ورنہ
پوچھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ شب معراج جو وفات شریف سے ۱۲ سال قبل واقع
ہوئی تھی خلافت کا اعلان ملائکہ کر چکے تھے حضرت کو معلوم تھا۔ ابوہریرہ راوی حدیث
کو معلوم تھا لیکن افسوس ہے کہ ام المومنین جناب عائشہ کو معلوم نہ تھا اور جناب
ابوبکر کو تو قطعی علم نہ تھا ورنہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حسب بیان حافظ ابن جریر طبری۔
" فقال عمر ابسط یدک یا ابابکر فلا بایعک فقال ابوبکر بل انت یا عمر فانت
اقوی لہا منی وکان کل واحد منہما یرید صاحبہ یفتح یدہ بیضرب علیہا
ففتح عمر ید ابی بکر وقال ان لک قوتی مع قوتک" (ترجمہ) پس حضرت عمر نے کہا
اے ابوبکر ہاتھ لاؤ میں تم سے بیعت کروں۔ ابوبکر نے کہا۔ نہیں (میں نہیں) بلکہ تم
(ہاتھ لاؤ اور میں تم سے بیعت کروں) کیوں کہ خلافت کے واسطے تم مجھ سے زیادہ قوی
ہو۔ دونوں صاحب کچھ دیر تک یونہی رد وبدل کرتے رہے۔ آخرکار حضرت عمر نے
(زبردستی) حضرت ابوبکر کا ہاتھ پھیلایا اور کہا میری قوت کو اپنے ساتھ سمجھو۔ حضرت ابوبکر
نے ہاتھ پھیلایا اور حضرت عمر نے بیعت کی۔ حضرت ابوبکر کی رائے میں خلافت کے
واسطے قوت کی ضرورت تھی۔ معلوم نہیں جسمانی یا روحانی۔ قلبی۔ دماغی یا کیا۔
اسی کو حضرت شیخ علیہ رحمۃ اللہ نے تحریر فرمایا ہے "فلذا اجمعوا علی خلافۃ

ابی بکر" حضرات شیخین کے اس رد وبدل سے اُس بیان کی بھی رد ہوگئی جو جناب شیخ علیہ رحمۃ اللہ نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے یعنی فقالۃ الملٰئکۃ ان اللہ یفعل ما یشاء الخلیفۃ لبعدك ابوبکر" کیونکہ اگر واقعی آنحضرت نے ایسا سُنا ہوتا تو معراج سے واپس آنکر خلافت کی خوشخبری حضرت ابوبکر کو ضرور سُناتے۔ اور مدینہ آکر جب حضرت اُم المومنین جناب عائشہ آنحضرت کے حرم میں داخل ہوئیں تو یہ خوشخبری اُن کو ضرور دی جاتی۔ ایسا نہیں ہوا ورنہ راوی اول حضرت عائشہ ہوتیں۔ ابوہریرہ کا تو ابھی اصحاب صفہ میں شمار بھی غالبًا نہیں ہوا ہوگا۔ اب اس روایتہ کا راوی اول اور آخر صرف ابوہریرہ ہیں۔ دوسری حدیث جو جناب شیخ نے درج فرمائی ہے وہ بھی مقدوح ہے۔ حضور نے خلافت کے واسطے پہلے حضرت ابوبکر کا نام لیا اور اُن کی صفت بھی زاہد فی الدنیا۔ راغب فی الآخرہ بیان فرمائی تو اگر یہی صفت استحقاق خلافت پیدا کرتی ہے تو پھر حضرت عمر کو خلافت کا استحقاق حاصل نہیں ہوتا اور اگر قوی اور امین یہ دو صفتیں خلافت کے واسطے ضروری ہیں تو حضرت اول میں ان کا وجود نہ تھا ورنہ حضرت ختمی مرتبت ضرور بیان فرماتے۔ اب جناب شیخ کے بیان کے بموجب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل سے کہا جو بظاہر ایک سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں کہ اگر تم لوگ علی کو ولی بناؤگے تو اس کو ہادی اور مہدی پاؤگے۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآن مجید میں خلیفہ کے واسطے کن صفات کا ذکر ہوا ہے زاہد۔ راغب فی الآخرہ۔ قوی۔ امین۔ ہادی۔ مہدی۔ اور جناب سرور عالم کن صفات کے ساتھ عہدہ نبوت پر فائز ہوئے یہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد" (الرعد ۸) سے حضور کا منذر اور ہادی کل ہونا ثابت ہوا۔ قرآن مجید

کے متعلق بھی ذلک الکتاب لاریب فیہ ھدیً للمتقین" (البقرہ - ۲) موجود ہے اور خود ذات اقدس الٰہی کے واسطے قل ھل من شرکائکم من یھدی الی الحق قل اللّٰہ یھدی للحق افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لایھدی الا ان یھدیٰ فما لکم کیف تحکمون" (یونس - ۳۶) اعلان ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور سرور عالم ہادی تھے۔ قرآن مجید بھی ہادی ہے اور جو کوئی بھی حق کی طرف رہنمائی کرے وہ اتباع کے قابل ہے۔ ہادی اور مہدی کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کو مطاع بنانا نہ قرین عقل ہے نہ قرآن مجید کے حکم کی تعمیل ہے۔ اس صورت میں اجماع بے محل ہوا۔ سورۂ نور میں خداوند عالم نے تقرر خلیفہ کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کے تقرر کو اپنی ذات کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ خلیفہ کے صفات بھی بیان کئے ہیں۔ اور ان کے حدود و اختیارات کا بھی تذکرہ کیا ہے" وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ الایہ (النور - ۵۴) اس آیۃ میں صاف درج ہے کہ خلیفہ خدا بنائے گا۔ خلیفہ مومن صالح ہوگا۔ خلافت فی الارض اس کے واسطے ہوگی۔ اُس کا دین پسندیدہ باری تعالیٰ ہوگا۔ اس آیۂ مبارکہ کی روشنی میں جب ہم اُس فہرست پر نظر ڈالتے ہیں جو ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں درج کی ہے تو اُن میں سے، تو ایسے گذرے ہیں جن کے اعمال سے اُن کے ایمان کا پتہ چلتا ہے تفصیل کا محل نہیں ہے اُنکے کارنامے تاریخ کے صفحات پر دیکھکر عبرت ہوتی ہے۔ یزیدؔ بن معاویہ۔ ولیدؔ بن عبدالملک بن مروان اور ولیدؔ بن یزید بن عبدالملک خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یزید بن معاویہ کے ایمان اور عمل کے متعلق علامہ محمد مبین فرنگی محلی لکھنوی نے وسیلۃ النجاۃ مطبوعہ گلشن فیض لکھنؤ صفحہ ۲۶۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ جب سر امام حسین علیہ السلام اس ملعون کے دربار میں لایا گیا اُس نے ایک طشت طلا میں اُس کو رکھوایا اور اپنی چھڑی اُس شہید راہ خدا کے سر مبارک پر ماری اور یہ اشعار پڑھے۔ اصل عبارت یہ ہے:۔" وجعل ینکت براسہ بالخیزران وانشد لیت اشیاخی ببدر شھدوا۔ جزع الخزرج من وقع الاسل۔ لاھلوا واستھلوا فرحًا ثم قالوا یا یزید لاتشل۔ قد قتلنا القرن من ساداتھم وعدلنا قتل بدر فاعتدل + لست من عتبۃ ان لم انتقم۔ من بنی احمد ما کان فعل + لعبت ھاشم بالملک فلا۔ ملک جاءَ ولا وحی نزل (حاصل ترجمہ) کاش میرے بزرگ جو بدر میں مارے گئے آج دیکھتے کہ خزرج نیزے کھا کر کیسا جزع کر رہے ہیں۔ اگر وہ موجود ہوتے تو خوش ہوتے اور مجھے مبارکباد دیتے اور دعائیں دیتے کہ میں نے اُن کے مخالف سرداروں کو قتل کیا اور بدر کے مقتولوں کا بدلہ لے لیا۔ میں بنی عتبہ سے نہ ہوتا اگر اولاد احمد مختار سے اُن کے عمل کا بدلہ نہ لیتا۔ بنی ہاشم نے ملک گیری کا ڈھکوسلا نکالا تھا نہ اُن کے پاس کوئی فرشتہ آیا اور نہ وحی نازل ہوئی۔ ابن زبعری کے یہ اشعار یزید فخریہ پڑھتا تھا اس سے اُس کے ایمان اور عمل دونوں کا پتہ چل گیا۔ کیا یزید خلیفہ رسول اللہ اور خلیفہ خدا ہو سکتا ہے۔ یقیناً جواب نفی میں دیا جائے گا۔ اب ملا علی قاری کے بارہ خلفا میں سے ایک تو کافر ثابت ہوا۔ مُنکر نبوت حضرت ختمی مرتبت کسی طرح سے دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ قتل فرزند رسول پر فخر کرتا تھا۔ سر

مبارک سے بے ادبی کرتا تھا۔ جان کر اُن کو قتل کرایا۔ اور قرآن مجید کی آیت
"ومن یقتل مومنًا متعمدًا فجزاؤہ جھنم خالدًا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدّ لہٗ عذابًا عظیما" (النساء۔ ۹۵) ترجمہ:۔ "اور جو کوئی کسی مومن کو قتل کریگا تو اُس کی جزا جہنم ہوگی اور وہ اُس میں ہمیشہ رہے گا۔ خداوند عالم کا اُس پر غضب نازل ہوگا اس پر اُس کی لعنت ہوگی اور عذاب عظیم اس کے واسطے مقرر کیا جائے گا۔ اس آیت کے بموجب مندرجہ بالا سزا کا مستحق ہوگا یعنی مغضوب ملعون۔ عذاب عظیم کا مستحق رسول خدا کا جانشین اور مومنین کا امام نہیں ہوسکتا البتہ اپنے کمالات کی بنا پر امام ضرور ہوگا لیکن کن لوگوں کا یہ آیت ذیل سے ظاہر ہوگا۔ وجعلنا ھم ائمۃ ید عون الی النار ویوم القیامۃ لاینصرون واتبعنا ھم فی ھذہ الدنیا لعنۃ ویوم القیامۃ ھم من المقبوحین" (القصص ۔ ۴۱ ۔ ۴۲) ترجمہ۔ اور ہم نے اُن لوگوں کو (ظالموں کو) امام بنا دیا کہ وہ (لوگوں کو) جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی (یعنی اگر دنیا میں لوگ اُن کی تائید کریں تو کریں قیامت کے دن اُن کی مدد نہ کی جائے گی) اور ہم نے اُن کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے روز وہ رسوا ہونگے۔

یزید کے راہی دارالبوار ہونے پر اس کا بیٹا معاویہ بن یزید خلیفہ ہوا۔ اس کا نام ملا علی قاری نے فہرست خلفاء اثنا عشر میں نہیں لکھا ہے ورنہ مقطع ولید بن عبدالملک ہوتا۔ اور عمر ابن عبدالعزیز کا نام خلفائے اثنا عشر کی فہرست کا متمم اور مکمل نہ ہوتا۔ وہ تین ماہ کے قریب حکمراں رہا پھر جہاں جانا تھا چلا گیا۔ ابن

الوردی نے جو ایک معتبر مورخ اہلسنت والجماعت میں اپنی تاریخ تتمۃ المختصر فی اخبار البشر میں لکھا ہے "لما مات یزید بن معاویہ بایع الناس بمکۃ ابن الزبیر..... وقام مروان بالشام فی ایام ابن الزبیر واجتمعت الیہ بنو امیہ" یعنی دو خلیفہ اور نکلے یزید کے مرنے پر مکہ میں عبداللہ ابن زبیر کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی اور اس کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور ابن زبیر کی موجودگی میں مروان نے شام میں دعویٰ خلافت کیا اور بنی امیہ نے اُس کی خلافت پر اجماع کیا۔ مروان حضرت عثمان کے بعد سے امیدوار تھا لیکن اس کو موقع نہ ملا۔ اب جبکہ موقع نصیب ہوا اور اسکی خلافت پر بنی امیہ کا اجماع بھی ہوگیا تو موت نے مہلت نہ دی اور صرف چند ماہ کے بعد وہ بھی یزید اور معاویہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ نامہ نگار نے تاریخ کے صفحات پر معاویہ بن یزید۔ عبداللہ ابن زبیر اور مروان کا نام پڑھا ہوگا ان تینوں کو اگر خلافت مآب اور امام مانا گیا تو اس سال کے اندر یعنی ۶۵ھ میں، جس قدر بھی صحابہ تابعین اور اچھے اچھے لوگ جن کی تعریف میں مسلم مورخین رطب اللسان ہیں دنیا سے کوچ کر گئے تو وہ بغیر معرفت امام کے راہی عدم ہوئے اور "من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ" کے موجب جاہلیت (کفر) کی موت مرے۔ اس ایک سال کی مدت کو خدا جانے دنیا کی عمر سے کم کیا جائے گا۔ یا پھر تمام اہل زمانہ کو حالت کفر میں مرنے دیا جائے گا۔ شیعہ کے پاس تو امام زین العابدین علی ابن الحسین موجود تھے اور جو اہل بزرگ کو اس کے باپ حضرت حسین ابن علی علیہم السلام کے بعد امام ماننے والے مرے ہوں گے وہ یقیناً بغیر امام کے نہ مرے ہونگے اور جب قیامت کے دن منادی پروردگار آواز

دیگا کہ زین العابدین کو امام ماننے والے حاضر ہوں تو وہ سب حاضر ہونگے۔ انشاءاللہ تعالیٰ
آخر ۸۶ھ میں مروان کے بعد اس کے سپوت فرزند عبدالملک نے قبائے خلافت زیب تن
کی اور ملا علی قاری کی فہرست کا یہ ساتواں خلیفہ اپنے آباؤ اجداد کی سنت پر عمل کرتے
ہوئے بنی ہاشم کی ایذا رسانی میں مصروف رہا۔ جو کچھ بدعات اس نے کیں اُن کی تفصیل
کا موقعہ نہیں ہے اس کی زندگی کا بہترین کارنامہ یہ ہے کہ حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام کو مدینہ منورہ میں زاویہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہوئے نہ دیکھ سکا۔ اور حاکم
مدینہ کو حکم بھیجا کہ علی بن الحسین کو قید کرکے اُس کے پاس بھیج دیا جائے۔ صاحب روضۃ الاحباب
نے زہری سے روایت درج کی ہے "علی ابن الحسین را بہ فرمان عبدالملک بن مروان
غل بر گردن و بند بر پائے نہادہ در خیمہ حبس کردند و نگاہبانان بر وے گماشتہ
خواستند کہ اورا از مدینہ بیروں برند من نزد نگاہبانانِ رفتہ دستورے خواستم کہ
بآنجناب ملاقات نمودہ شرط وداع بجا آرم۔ چوں اُجازت یافتم نزد او رفتم
بگریستم و گفتم کہ کاش بجائے تو من بودم فرمود اے زہری مپندار کہ من ازیں قیود
زحمتے دارم بداں کہ ہر گاہ من بخواہم اینہا از من دور شوند بعد ازاں دست و پائے
خود را از غل و بند رہائی داد و گفت اے زہری من زیادہ از دو منزل ہمراہ ایں
جماعت نخواہم رفت۔۔۔۔۔" حضرت علی بن الحسین کو عبدالملک بن مروان کے
حکم سے (حاکم مدینہ نے) گردن میں طوق اور پاؤں میں زنجیر پہنا کر ایک خیمہ میں قید کیا
نگران مقرر کئے اور چاہا کہ (موقع پاکر) مدینہ سے باہر لے جائیں (زہری کہتے ہیں
میں نگہبانوں کے پاس گیا اور اُن سے درخواست کی کہ امام سے ملاقات کرنے اور
اُن سے رخصت ہونے کی اجازت دیدیں۔ جب اجازت مل گئی میں امام کے پاس

پاس پہنچا اور ان کو قیدی دیکھکر رونے لگا اور میں نے کہا کاش میں آپ کی جگہ قید ہوتا امام نے فرمایا اے زہری تم یہ خیال نہ کرو کہ مجھے اس قید سے تکلیف ہے۔ اگر میں چاہوں تو میرے اشارہ پر، یہ بند قید جدا ہو جائیں اس کے بعد امام نے اپنے ہاتھ پیر ہلائے تو سب بند قید جدا ہو گئے۔ پھر فرمایا اے زہری تم اطمینان رکھو، میں اس جماعت کے ساتھ دو منزل سے زیادہ نہ جاؤں گا.....،، عبدالملک ۸۶ھ میں اس دنیا سے کوچ کر گیا اور اس کا لائق بیٹا اپنے باپ کی جگہ خلیفہ ہوا۔ اس خلیفہ کا نام ولید بن عبدالملک ہے لیکن ولید کا نام بھی ملا علی قاری کی فہرست میں نہیں ہے۔ یہ خلیفہ ۸۶ھ میں عبدالملک کا جانشین ہوا۔ اسی سال اس نے اپنے چچا زاد بھائی عمر ابن عبدالعزیز کو حاکم مدینہ منورہ مقرر کیا۔ ۸۷ھ میں جامع دمشق کی بنیاد ڈالی (ابوالفدا) ۹۱ھ میں حج کیا۔ کامل ۹۵ھ میں امام زین العابدین کو زہر دغا سے شہید کیا اور اگر پدر نتواند پسر تمام کند کا مصداق بنا۔ صواعق محرقہ میں درج ہے "سمّہ الولید بن عبد الملک" (ترجمہ) امام زین العابدین علیہ السلام کو ولید بن عبدالملک نے زہر دلا کر شہید کیا۔ ولید آخر جمادی الاخری ۹۶ھ میں واصل جہنم ہوا۔ لیکن اس دس برس کی مدت میں تاج خلافت کس کے سر رہا یہ ملا صاحب نے نہیں سوچا ورنہ عبدالملک کے بعد ہشام کو نہ لکھتے۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے "ثم دخلت سنۃ خمس و ستین ۶۵ فیھا مات مروان بن الحکم..... ولما مات مروان بویع ابنہ عبد الملک ..... ثم دخلت سنۃ ستۃ و ثمانین ۸۶ و فی نصف شوال منھا توفی عبد الملک بن مروان" اور تاریخ ابن الوردی میں ہے "لما توفی عبد الملک بویع الولید بن عبد الملک" (یعنی ۶۵ھ شروع ہوا۔ مروان بن الحکم فوت ہوا۔ مرگ مروان پر اس کے بیٹے عبدالملک کی بیعت

کی گئی۔ جب ۸۶ھ شروع ہوا اور نصف شوال تک گزر گیا عبدالملک بن مروان قاتل امام زین العابدین راہی دارالبوار ہوا۔ اور تاریخ ابن الوردی میں درج ہے کہ عبدالملک کے بعد اُس کے بیٹے ولید کی بیعت کی گئی۔ اس حساب سے ہشام کا نام نہیں آتا۔ بلکہ تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ ولید کے بعد اُس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا اور ۹۷ھ میں اُس نے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی" لما مات الولید بویع اخوہ سلیمان بن عبد الملك وفی سنة سبع وتسعین ۹۷ وثمان وتسعین ۹۸ خرج سلیمان بن عبد الملك بالجیوش لغزو قسطنطنیه" ابو الفدا نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے" ثم دخلت سنة تسع وتسعین ۹۹ وفیها توفی سلیمان بن عبد الملك - لما اشتد مرض سلیمان اوصی بالخلافة لعمر بن عبد العزیز بن مروان وبویع عمر بن عبد العزیز بالخلافة - وفی سنة مائة توفی عمر بن عبد العزیز وبویع یزید بن عبد الملك ولما مات یزید بن عبد الملك ولی هشام بن عبد الملك فی سنة خمس ومائة وفی سنة خمس وعشرین ومائة توفی هشام بن عبد الملك بویع الولید بن یزید بن عبد الملك" پھر ۹۹ھ شروع ہوا۔ سلیمان بن عبدالملک فوت ہوا اُس نے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ نامزد کیا (وصیت مرتے وقت کی) اور عمر بن کی لوگوں نے بیعت کی۔ ۱۰۱ھ میں عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا اور اُس کی وفات یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ ۱۰۵ھ میں یزید کے مرنے پر ہشام بن عبدالملک خلیفہ ان پانچ خلفا کی ترتیب ان کے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے حساب سے نہیں کی گئی غالباً یہ ترتیب باعتبار مدارج ہوگی جس کا نہ کوئی معیار بتایا گیا ہے اور نہ انشاءاللہ کسی آسمانی کتاب یا حدیث صحیح میں ملیگا۔ لیکن ملا صاحب سے کون دریافت کر سکتا ہے

ہمارے کرمفرما کا فرض ہے کہ وہ جب اصول الکافی کی مدح سرائی کر سکتے ہیں تو شرح فقہ اکبر کا حق اس سے زیادہ ہے براہ کرم فہرست خلفا کو دیکھکر پھر تاریخ سے ملائیں اور صاحب کتاب کی قصیدہ خوانی کریں اور اگر ممکن ہو تو غنیۃ الطالبین سے مدلیکر پتہ لگائیں کہ ملا علی قاری کس فرقہ کے فرد تھے۔ ہشام کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک نے تاج خلافت برسر۔ قبائے خلافت زیب تن اور شمشیر خلافت وردست اور روح خلافت بنی امیہ در جسم کرکے وہ نام پیدا کیا جو اس کے باپ دادا کو بھی (سوائے یزید بن معاویہ) نصیب نہ ہوا ہوگا۔ اگرچہ ایں خانہ تمام آفتاب است کا مصداق تھا۔ ہر طرف نور ہی نور تھا۔ ایمان کے نور کو ظلمت سمجھنے والا جب مسند خلافت کی زینت بنے تو پھر اس کے کردار کو نورانی نہ سمجھنے والا اوس کے حدود سلطنت میں نہ رہ سکتا تھا۔ ساری زندگی کے کارنامے بیان کرنا دشوار ہے اس کے لئے ہماری اس مختصر کتاب کے صفحات کافی نہیں ہو سکتے اس لئے صرف نمونہ کے طور پر ۲۔۳ باتیں درج کی جائیں گی تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ فرقہ امامیہ سے اختلاف رکھنے والے کو کس کس قسم کے لوگوں کی آستانہ بوسی کرنی پڑتی ہے تاریخ خمیس میں ہے " عن صالح بن سلیمان قال اراد الولید ان یحج وقال اشرب الخمر فوق ظهر الكعبة ...... ودخل یوماً فوجد ابنته جالسة مع دادتها فبرك عليها ...... فقالت الدادة هذا دين مجوس۔ فانشد من راقب الناس مات غماً۔ وفاز باللذة الجسور۔ واخذ یوماً المصحف ففتحه فاول ماطلع واستفتحوا وخاب كُلُّ جَبَّارٍ عنيد فقال اتهددني ثم اغلق المصحف ولايزال يضربه بالنشاب حتى خرقه ومزقه " صالح ابن سلیمان راوی ہے اُس نے بیان کیا کہ ولید نے حج کا ارادہ کیا (مکہ معظمہ آیا) اور مناسک حج اس طرح

ادا کیے کہ) خانہ کعبہ کی چھت پر مصروف مے نوشی ہوا۔ اور (اسی کتاب میں ہے) ایک دن محلسرا
میں داخل ہوا۔ اس کی دکنواری بیٹی اپنی دایہ کے پاس بیٹھی تھی حالت بدمستی میں اپنی بیٹی سے
......... دایہ نے کہا دارے غضب کیا) یہ تو مجوس کا دین ہے (مسلم کے واسطے تو حرا
ہے۔ ولید نے عالم بدمستی میں جواب دیا۔ چپ رہ تو کیا جانے) اور ایک شعر پڑھا جس کا
مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی ملامت سے ڈرنے والا مغموم مرجاتا ہے اور جو شخص جری ہو
ہے وہ لذت زندگی حاصل کرتا ہے۔ ایک روز یہی خلافت مآب قرآن لئے بیٹھے تھے (تفاؤل
کے لئے) قرآن کھولا پہلی آیت جو نظر آئی وہ یہ تھی" واستفتحوا وخاب کل جبار
عنید ومن ورائہ جھنم ویسقی من ماء صدید"۔ مثل مشہور ہے جہاں گرہ
ہوتا ہے وہاں پانی مرتا ہے۔ یہ سمجھا میں نے قرآن کھولا یہ میرے نقائل قرآن نے بیان
کر دیئے پس غصہ سے آگ بگولا ہوگیا اور قرآن سے خطاب کرکے کہا مجھے ڈراتا ہے یہ
کہکر قرآن تو بند کیا اور اس پر تیر کی ضرب لگانے لگا جو اس جبار عنید کے ہاتھ میں تھا یہانتک
کہ قرآن کو پارہ پارہ کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حبیب السیر میں ہے کہ قرآن سے
بے ادبی کرکے کہنے لگا" اتوعد کل جبار عنید۔ فھا انا ذاک جبار عنید + اذا
ما جئت ربک یوم حشر۔ فقل یارب مزقنی الولید" کیا تو ہر جبار و سرکش کو ڈراتا
ہے تو یاد رکھ ) وہ جبار عنید میں ہوں اور جب یوم حشر تو اپنے رب کے پاس جائے تو اس
سے فریاد کرنا مجھے ولید نے پارہ پارہ کیا۔ نواب صدیق حسن خانصاحب نے حجج الکرامہ میں
اسی واقعہ کو انہی الفاظ میں درج کیا ہے۔ اسی ولید کے متعلق نواب صاحب موصوف نے
اسی کتاب میں تحریر فرمایا ہے " روزے اذان گفتند و ولید جاریہ بود کہ بادہ شراب می
خورد۔ بر آواز اذان برخاست واورا ...... وسوگند خورد کہ جز آں جاریہ دیگرے امام

وقت با مردم نماز نگزارد پس آں جاریہ ہمچناں بدمست برخاست و لباس آں ناپاک برخود پوشیدہ و تبدیل صورت نمودہ با مردم نماز گزارد ہمچنیں با اُمہات اولاد پدر خود می کرد....... دیگراں کہ ولید بن یزید ہرگاہ از مستی بہوش می آمد نماز می خواند وقت ماندہ یا نہ و تقید قبلہ ہم نداشت (ترجمہ) ولید ایک روز کنیز کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اتنے میں اذان ہوئی کان میں آواز اذان آتے ہی اُٹھ بیٹھا! ور کنیز کے ساتھ ...... اور قسم کھائی کہ سوائے اُس کنیز کے اُس وقت کوئی دوسرا لوگوں کو نماز نہ پڑھائے گا وہ کنیز اُسی بدمستی کی حالت میں اُٹھی۔ اُس ناپاک کا لباس پہنا۔ اور تبدیل صورت کر کے لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ ولید اپنے باپ کی دوسری ازواج کے ساتھ بھی ایسی ہی بے اعتدالی کا برتاؤ کرتا تھا۔ ہر وقت بدمست رہتا تھا۔ جب کبھی ہوش آیا فوڑا نماز پڑھ لی۔ (وضو کی فکر بھی غالبًا نہ تھی) اور جس طرف کو چاہا قبلہ بنا لیا۔ سمت قبلہ کی بھی تخصیص نہ تھی۔

ملا علی قاری کی فہرست خلفاء اثنا عشر اگر اُسی ترتیب سے درج ہوتی جس کے خاتم عمر ابن عبدالعزیز لکھے ہیں (جو سابق میں درج ہو چکی) تب بھی ۱۲ کا عدد نہ ہوتا۔ فہرست بڑھ جاتی اب ہم حضرت ابو بکر کی خلافت سے لے کر بنی اُمیہ کے خاتمہ تک خلفا کے نام (حسب عقیدۂ ملا صاحب) مدت خلافت اور سال درج کرتے ہیں تاکہ یہ مسئلہ صاف ہو جائے۔

بعد وفات سرور کائنات تین دن کوئی خلیفہ نہ رہا۔ پھر دور خلافت ۵ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ سے شروع ہوا۔ خلافت راشدہ کی مدت تیس سال بیان کی گئی ہے اور اس کا خاتمہ حضرت علی کی شہادت پر بیان کیا جاتا ہے۔ ۵ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ لغایت ۲۱ رمضان

المبارک سنہ ۴۰ھ صرف ۲۹ انتیس سال چھ ۶ ماہ اور چھ ۶ دن ہوتے ہیں اور اس مدت میں دو دقتیں
ہیں اول تو تیس سال پورے نہیں ہوتے دوسرے تین دن کا وقفہ بہت خطرناک ہے۔ معلوم نہیں
اس کے واسطے کون بزرگ کس حدیث مبارک سے پناہ لیکر کیا تاویل کریں گے۔ اب خلفاء
کا سلسلہ اور ان کا زمانہ خلافت حسب ذیل ہے۔ (۱) حضرت ابوبکر ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ
لغایۃ ۲۲ جمادی الاخر سنہ ۱۳ھ (۲ سال تین ماہ سات یوم) حضرت عمر ۲۲ جمادی الآخر
سنہ ۱۳ھ لغایۃ ۲۹ ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ (دس سال چھ ماہ ۲ یوم) حضرت عثمان محرم سنہ ۲۴ھ
میں تاریخ اور دن درج نہیں ہے جو وقت بھی شورے میں صرف ہوا ہو۔ اور وہ بھی وقفہ
پیدا کرے گا اور یہ تو ناممکن ہے کہ ادھر دوسرے خلیفہ کا انتقال ہوا ہو فوراً تیسرے بزرگ
کو لوگوں نے شوریٰ کر کے خلیفہ تسلیم کر لیا ہو) خلیفہ ہوئے اور ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۳۵ھ کو بلوائیان
مصر کے ہاتھوں اپنے مکان میں محصور رہ کر شہادت حاصل کی۔ مدت خلافت گیارہ سال گیارہ
ماہ انیس یوم ہوئی۔ اس کے بعد حضرت علی کی بیعت ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۳۵ھ ہی کو کی گئی۔ اور
۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کو مسجد کوفہ میں ابن ملجم مرادی کی تلوار زہر آلود کا زخم سجدہ کی حالت
میں کھا کر شہید ہوئے۔ مدت خلافت چار سال نو ماہ تین دن ہوئی۔ اگر خلافت سید المرسلین
میں قریش کے ساتھ بنی ہاشم کی بھی شرط ہے تو علی ابن ابی طالب بنی ہاشم کے پہلے خلیفہ ہوئے
ائمہ اثناعشر کے سلسلہ کے امام اوّل ہیں۔ اگر خلیفہ کا ہونا بنی ہاشم میں سے ضروری تھا۔ تو
حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا سلسلہ بلا فاصلہ بعد وفات حضرت ختمی مرتبت
شروع ہوتا ہے۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں "ھو اول خلیفۃ من بنی
ھاشم" اور محاضرات الاوائل میں شیخ علاؤ الدین جو اجل علماء اہلسنت سے ہیں تحریر فرماتے
ہیں "ھو اول امام من الائمۃ الاثنی عشر من اھل البیت" اس موقع پر یہ کہنا

بجا نہ ہوگا کہ جس دلیل سے حضرت ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں اپنا استحقاق خلافت ثابت کرنے کی کوشش کی "فقال ابوبکر نحن اولیاء النبی و عشیرتہ واحق الناس بامرہ" (ابن خلدون) (ترجمہ: حضرت ابوبکر نے فرمایا ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دوست اور قرابت دار ہیں اور سب لوگوں سے زیادہ خلافت نبوی کے حقدار ہیں) اُسی دلیل سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا استحقاق خلافت حضرت ابوبکر کے مقابل بدرجہا زائد ثابت اور مسلم ہے بلکہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے اقرب عشیرہ ہونے اور دعوائے نبوت کے اعلان کے ساتھ وزیر اور خلیفہ ہونے کا ثبوت مندرجۂ ذیل تفاسیر۔ احادیث اور تواریخ سے ملتا ہے "لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین، قال علی ابن ابی طالب دعانی رسول اللہ فقال یا علی ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا و عرفت انی متی اناد یھم بھذا الامر اری منھم ما اکرہ فصمت علیھا حتی جاءنی جبرئیل فقال لی یا محمد الا تفعل ما تومر لیعذ بک ربک (مجھے اس بیان سے قطعی اختلاف ہے حضور سے زیادہ مطیع و فرمانبردار حضرت احدیت کا اولین و آخرین میں کوئی نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے پھر ایسا تہدیدی حکم شان رب جلیل سے بعید ہے۔ یہ روایت کرنے والوں کی خوش فہمی ہے) فاصنع لنا صاعا من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واملا لنا عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی ابلغھم ما امرت بہ ففعلت ما امرنی بہ ثم دعوتھم لہ وھم یومئذ اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصونہ۔ فیھم اعمامھم ابوطالب و حمزۃ والعباس رضی اللہ عنھم وابولھب فلما اجتمعوا الیہ دعانی بالطعام الذی صنعتہ فجئت بہ فلما وضعتہ تناول رسول اللہ صلعم جذبۃ من

اللحم فنشتها باسنانه ثم القاها فی نواحی الصفحة ثم قال خذوا باسم الله

فاكل القوم حتى ما لهم بشئ حاجة وايم الله ان كان الرجل الواحد منهم

لياكل مثل ما قدمت لجميعهم ثم قال اسق فجئتهم بذلك العس فشربوا

حتى رووا جميعًا وايم الله ان كان الرجل الواحد منهم يشرب مثله

فلما اراد رسول الله ان يكلمهم بدره ابولهب فقال سحركم

صاحبكم فتفرق القوم ولم يكلمهم فغدلنا من الطعام ما صنعت ثم اجمعهم

ففعلت ثم جمعتهم فدعانی بالطعام فقربته ففعل كما فعل بالامس فاكلوا واشربوا

ثم تكلم رسول الله فقال يا بنی عبد المطلب انی قد جئتكم بخير الدنيا والاخرة

وقد امرنی الله تعالیٰ ان ادعوكم اليه فايكم يوازرنی علی امری هذا ويكون

اخی ووصی وخليفتی فيكم. فاحجم القوم عنها جميعًا فقلت وانا احدثهم سنا

يانبی الله انا وزيرک عليه فقال واخذ برقبتی فقال ان هذا اخی ووصی و

خليفتی فيكم فاسمعوا له واطيعوا. فقام القوم يضحكون ويقولون لابی طالب

قد امرک ان تسمع لعلی وتطيع ۔ (ترجمہ) حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے

ہیں جب وقت آیۂ وانذر عشیرتك الاقربین نازل ہوئی مجھے جناب سرور کائنات نے طلب

کیا اور فرمایا۔ مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو انذار کروں۔ اس

سے مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ لوگ اسے اچھی نظر سے نہ دیکھیں گے اور ایسی باتیں کریں گے

جو مجھے تکلیف دہ ہوں۔ لیکن مکرر تاکیدی حکم دیا ہے لہذا تم ایک صاع طعام (روٹی)

اور ایک ران بکرے کے گوشت کی اور ایک بڑا کاسہ دودھ سے بھرا ہوا تیار کرلو۔

اور بنی عبدالمطلب کو میرے پاس بلا لاؤ تاکہ میں حکم خدا کی تبلیغ کر دوں (حضرت علی

علیہ السلام فرماتے ہیں) میں نے ارشاد نبوی کی تعمیل کی اور بنی عبد المطلب، جو چالیس سے ایک زیادہ یا ایک کم تھے جمع ہوئے۔ اُن میں آنحضرت کے اعمام ابو طالب، حمزہ، عباس رضی اللہ عنہم اور ابولہب بھی تھے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے، آنحضرت نے مجھے اشارہ کیا اور میں نے کھانا جو تیار کرایا تھا حاضر کیا۔ حضور نے ایک ٹکڑا گوشت کا دندان مبارک سے توڑ کر اطراف ظرف میں رکھدیا اور فرمایا۔ بسم اللہ کھانا کھاؤ۔ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ خدا کی قسم اگر ایک آدمی اُن میں کا ہوتا تو وہ ہی سب کھالیتا۔ پھر حضور نے فرمایا اب انہیں دودھ پلاؤ۔ میں وہ کاسۂ شیر لایا۔ سب نے دل کھول کر پیا (لیکن کچھ کمی نہ ہوئی) خدا کی قسم ایک شخص بھی ان میں سے وہ سب دودھ اکیلا ہی پی سکتا تھا۔ حضرت نے کچھ ارشاد فرمانا چاہا ہی تھا کہ ابولہب نے کہا تم لوگوں پر محمد نے جادو کر دیا یہ سُن کر سب لوگ چلے گئے۔ آنحضرت کو کلام کرنے کی نوبت بھی نہ آئی۔ دوسرے روز آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے علی کل والا سب سامان تیار کراؤ اور پھر ان سب کو بلاؤ۔ میں نے ارشاد کی تعمیل کی۔ سب لوگ جمع ہو گئے۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کھانا لاؤ۔ میں نے حاضر کیا۔ حضور نے وہی عمل کیا جو پہلے دن کیا تھا۔ لوگوں نے کھایا اور پیا۔ حضور نے فرمایا اے اولاد عبد المطلب میں تمہارے واسطے دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اُس کی طرف بلاؤں۔ تم میں کون شخص اس اہم کام میں میرا بوجھ بٹانے کو تیار ہے اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی۔ وصی اور خلیفہ ہو۔ ساری قوم سناٹے میں رہی۔ کسی نے ایک حرف منہ سے نہ نکالا۔ (حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا (اگرچہ میں اُن سب میں کم سن تھا) اے اللہ کے نبی میں آپ کا وزیر بننے کو تیار ہوں۔ میری گردن پر حضور نے دست شفقت رکھا اور فرمایا۔ دیکھو یہ (علی) میرا بھائی میرا

وصی اور میرا خلیفہ ہے۔ تم سب اس کا حکم سُنو اور اطاعت کرو۔ قوم ہنستی ہوئی کھڑی ہوگئی اور لوگ ابوطالب سے کہنے لگے (مبارک ہو) آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ علی کی بات مانو اور اُنکی اطاعت کرو (ملاحظہ ہو تفسیر معالم التنزیل بغوی۔ تفسیر خازن بغدادی۔ دلائل النبوۃ بیہقی۔ جمع الجوامع سیوطی۔ کنز العمال ملا علی متقی۔ تاریخ الرسل والملوک طبری۔ تاریخ کامل ابن اثیر وتاریخ ابوالفدا وغیرہ) وہ تہدیدی الفاظ طبری کے سوا دوسرے حضرات نے نہیں لکھے ہیں۔

جس خلافت کا نام راشدہ بیان کیا گیا ہے اُس کی مدت مختلف کتابوں میں تیس سال لکھی ہے۔ اس زمانہ کے روشن خیال اور مغربی تعلیم یافتہ حضرات میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق ایم اے پی ایچ ڈی بھی ہیں ۳۳ء میں انہوں نے "قرآن حکیم اور علم الآفاق" کی سرخی سے روزنامہ انقلاب میں ایک مضمون طبع کرایا۔ وہ جاذب نظر تھا اور مسٹر محمد اقبال سلمانی کو بہت پسند آیا۔ یہ حضرت البیان کے مالک تھے اُنہوں نے برق صاحب سے درخواست کی کہ وہ ان کے رسالہ کے واسطے بھی مضامین بھیجا کریں۔ دسمبر ۴۳ء میں اُن کو برق صاحب کی کتاب "دو قرآن" پر دیباچہ لکھنے کا موقعہ ملا لیکن جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ ان کے قول کے بموجب نہ دیباچہ ہے۔ نہ تعارف۔ اور نہ تعریف بلکہ "اظہار حیرت" ہے۔ اس اظہار حیرت کے ساتھ ساری کتاب پڑھنے کے بعد واقعی حیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس پر پھر کسی موقعہ پر اظہار حیرت کیا جائے گا۔ سردست صرف اتنا کہنا ہے کہ سلمانی صاحب کے بیان کے بموجب یہ کتاب "دو قرآن" عدیم المثال اور بے نظیر ہے اور مولف نے اس کی ترتیب میں طالب العلمی کے زمانہ سے لے کر تکمیل تعلیم کے بعد تک جو کدوکاوش کی وہ بھی حیرت افزا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۱۵ پر اسلامی کھیتی کے ذیل میں جو فصلیں تیار کی ہیں اُن کی ابتدا خلفائے راشدین سے ہوتی ہے۔ ساری کھیتی کی بے شمار فصلیں ہیں

جو سب حسب ذیل ہیں۔ ہم صرف ۱۰۹ فصلوں میں سے جن میں بعض تو تیار شدہ ہیں اور بعض ابھی ناتیار ہیں نمبر ۱ و ۲ لکھیں گے۔

| نمبر | سلسلہ سلاطین | تعداد ملوک | پایۂ تخت | سال ابتدا | سال اختتام | عرصۂ حکومت | کیفیت منجانب خاکسار |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | خلفائے راشدین | ۴ | مدینہ | سنہ ۱۱ھ | سنہ ۴۰ھ | ۳۰ سال | اس لائق ذاکر نے امامت و خلافت کے بجائے خلفائے راشدین اور بعد والے سب کے سب سلاطین کے خانہ میں درج کئے ہیں اور خانہ تعداد ملوک میں کھیتی کی پیداوار درج کی ہے |
| ۲ | اُمیہ | ۱۴ | دمشق | سنہ ۴۱ھ | سنہ ۱۳۲ھ | ۹۱ سال | |

نوٹ:۔ غالباً اس محقق کو پتہ نہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کا دارالخلافہ کوفہ تھا مدینہ نہ تھا۔ حیدری؛

مذکورہ بالا کھیتی کی صرف دو فصلیں ناظرین کے سامنے ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ جن حضرات کو خلفائے راشدین لکھا ہے اُن کی تعداد چار ہے اور برق صاحب کی تحقیق یا عقیدے کے بموجب سلاطین تھے۔ اُن کے بعد سنہ ۴۱ھ سے "اُمیہ" کے گھرانے والوں کا دور شروع ہوا اور یہ ۱۴ بادشاہ (سلاطین) درج ہیں۔ اگر عمر بن عبدالعزیز پر خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور ۱۲ کا عدد پُورا ہو گیا تو یہ ۲ نفر چشم و چراغ بنی امیہ کس قصور پر نظرانداز کئے گئے اُن میں سے بعض تو بجید ممتاز ہستی کے مالک رہے ہیں۔ ہم نمونہ کے طور پر چند نامی شخصیتوں کا ذکر کر چکے ہیں جن میں ولید بن یزید بن عبدالملک نے اُس کمی کو پورا کر دیا جو اس کے فخر خاندان یزید سے رہ گئی تھی۔ اور یہ بھی یزید ابن معاویہ کے مثل مستحق ہے کہ کہا جائے "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" ملا علی قاری نے حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی و معاویہ و یزید و عبدالملک

بن مروان کے بعد ہشام بن عبدالملک لکھا ہے۔ عبدالملک کا لائق باپ مروان جو خاندان امیہ کا ایک روشن ستارہ تھا یا تو ان کو نظر نہ آیا یا ۴۔ ۴ ماہ پانچ پانچ ماہ کی خلافت کو اہمیت نہ دیکر خلیفہ معاویہ بن یزید اور مروان کے درمیان سے غائب کردیئے اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلافت ختم کردی حالانکہ بنی امیہ کی سلطنت کا خاتمہ مروان حمار پر ہوا ہے۔ آخر ۱۲۶ھ میں مروان حمار خلیفہ ہوا اور ۱۳۲ھ میں ابوالعباس سفاح بن عبداللہ عباسی خلیفہ تسلیم کیا گیا اور بمقام کوفہ اُس کی بیعت کی گئی (ابوالفدا) بنی عباس بھی صدیوں مسند خلافت پر متمکن رہے اور اُس زمانہ کے مشاہیر علماء جو معاویہ وغیرہ کو خلیفہ اور امام ماننے والے تھے وہ ان سب عباسی خلفا کو امیرالمومنین اور خلیفۃ المسلمین کہتے اور مانتے رہے۔ معلوم نہیں اُس زمانہ کے مسلمانوں کا مسئلہ خلافت اور امامت کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ خلافت راشدہ کی مدت تیس سال ماننے والے اُس کے بعد امامت و امارۃ پر ایمان رکھنے والے اور الامام لا ینعزل بالفسق پر اعتقاد کی بنیاد رکھنے والے معلوم نہیں صحیح مسلم کی اس حدیث کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے "لایزال الدین قائماً حتی تقوم الساعۃ او یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش" اور ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش" کے متعلق کیا سمجھتے تھے۔ دونوں حدیثوں میں میں بارہ کا عدد اور خلیفہ کا قریشی ہونا مشروط ہے۔ اور دین کے باقی رہنے تک خلیفہ کا موجود ہونا لازم۔ تو صرف وہی ۱۲ قریشی خلیفہ ہو سکتے ہیں جن کا وجود حضور سرورعالم کی وفات کے بعد سے ہوا اور دین کے ساتھ ساتھ قیامت کے آنے تک موجود رہیں۔ اس شرط کے ساتھ سوائے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے اور کوئی دوسری ذوات منصب امامت۔ خلافت۔ ریاست دین اور نیابت سید المرسلین کے لئے نظر نہیں

آتیں۔ مختلف عقائد کے مسلمان مشاہیر کے بیان سے ہم اوپر ثابت کر چکے کہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور آخری کڑی حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ وسہل اللہ مخرجہ امام ثانی عشر حضرت محمد ابن العسکری الملقب بالمہدی علیہ السلام ہیں۔ وہ آج زندہ موجود ہیں۔ حکم خدا سے غائب انظار عالم سے پوشیدہ ہیں اور جب خداوند عالم کا حکم ہوگا ظاہر ہونگے۔

اس بزرگوار کے متعلق اتنا پہلے عرض کر دینا ضروری ہے کہ مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہیں جو اپنے بانی فرقہ کو مہدی مانتے ہیں۔ سید محمد صاحب جونپوری ایک بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے دعوئے مہدویت کیا تھا اُن کو افغانستان میں قتل کر دیا گیا اور وہیں اُن کا مزار ہے۔ نواب بہادر یار جنگ جن کے نام کی ایک کالونی اور جن کی یادگار میں ایک مدرسہ فوقانیہ آج کراچی میں جیل کے قریب موجود ہے اس فرقہ کے سب سے زیادہ نامور فرد تھے۔ حیدرآباد دکن میں آج بھی اس فرقہ کے ہزاروں افراد ہیں۔ اُن کا دعویٰ محض اس بنا پر تھا کہ سید بنی فاطمہ تھے اور ان کی خوش قسمتی سے اُن کے باپ نے اُن کا نام محمد رکھا تھا۔ دوسرے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی دعویدار مہدویت، مسیحیت و کرشنیت و محدثیت و مریمیت وغیرہ گذرے ہیں۔ چونکہ ہمارے پاس وقت بھی کم ہے اور اس رسالہ کے صفحات میں بھی گنجائش نہیں ہے اس لئے ان دونوں مدعیان مہدویت کے دعاوی کے باطل کرنے کے واسطے مسلّمہ کتب اہلسنت والجماعت سے سندیں پیش کی جائیں گی تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ مہدی ہونا ایسا اہم اور ضروری عہدہ ہے کہ ہر شخص کے منہ میں پانی بھر آتا ہے اور بلا لحاظ اس امر کے کہ خود میں صلاحیت اور قابلیت مہدی اور مسیح بننے کی ہے یا نہیں دعویٰ کر دیا جاتا ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ بکثرت ہیں جو ہر پکارنے والے کے

پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کو بھی کچھ نہ کچھ پیرو مل گئے۔ مندرجہ ذیل حدیث
سے سید محمد جونپوری اور مرزا غلام احمد قادیانی۔ دونوں کے دعاوی کا بطلان ہو جاتا
ہے: عن حذیفة بن الیمان قال قال رسول الله المهدی رجل من ولدی
وجهه کالکوکب الدری اللون لون عربی والجسم جسم اسرائیلی یملا
الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا یرضی بخلافته اهل السماء و
الارض والطیر فی الجو یملك عشرین سنة۔ اس حدیث میں چند امور کا ذکر ہے
جن پر پورا ہونے والا مہدی ہو سکتا ہے (۱) اولاد رسول اللہ ﷺ (۲) چہرہ مثل ستارہ چمکتا
درخشاں ہو (۳) رنگ عربی ہو (۴) جسم اسرائیلی ہو (۵) تمام دنیا کو عدل و انصاف سے
دنیا بھر دیگا جیسا وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی (۶) بیس سال تک تخت شاہی پر
جلوہ افگن رہے گا۔ سید محمد صاحب جونپوری مدعی سیادت تھے باقی تمام صفات
میں کورے تھے۔ اور خدا کے فضل سے ہمارے مرزا صاحب مغل تھے۔ غلام احمد تھے۔
صورت شکل ویسی نہ تھی جیسی حدیث میں ہے۔ وہ زندگی بھر سیادت کے مدعی ہوئے نہ بیس
سال تخت خلافت پر متمکن رہے۔ مرزا صاحب کے مرید اور سید محمد صاحب کے عقیدتمند
کے واسطے مقام غور و فکر ہے (ابو داؤد۔ فصول المالکی)

ایک اور حدیث پیش کرتا ہوں جس سے جھوٹے مدعیان مہدویت کا پتہ چل جاتا
عن عائشة عن النبی انه قال المهدی رجل من عترتی یقاتل علی سنتی
کما قاتلت انا علی الوحی۔ (اخرجه نعیم بن حماد) ینابیع المودة طبع مصر صفحہ ۴۶۳
اس حدیث مبارک میں صفات مہدی میں اس نوع کا قتال بیان کیا گیا ہے جیسا حضور
نے وحی الٰہی کے مطابق فرمایا تھا۔ مرزا صاحب کو تو انگریزوں کی خاطر اس درجہ تھی کہ

جہاد کو جائز ہی نہ جانتے تھے بلکہ مرزا صاحب کے تمام مریدوں نے جہاں کہیں قرآن مجید میں جہاد کے معنوں میں لفظ "جہاد" وارد ہوا اس کے معنی کوشش اور سعی ہی کئے ہیں۔ جہاد سے ڈرتے تھے اور ان کے پیشرو سید محمد صاحب ہی اسی خوف کے تھے۔ مسلم میں حدیث موجود ہے "عن ام سلمہ۔ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی من عترتی من ولد فاطمہ"۔ امام مسلم کے علاوہ ابوداؤد نسائی۔ ابن ماجہ۔ بیہقی وغیرہ نے بھی اس حدیث کو لکھا ہے۔ مرزا صاحب کا تو دعویٰ باطل ہوگیا۔ اب جونپوری صاحب رہے وہ بھی "یملأ الارض عدلاً" کی صفت جو مہدی کی شرط کو پورا نہ کر سکے اور دنیا کو فتنہ و فساد کے عالم میں چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ آج بھی فتنہ و فساد ہے اور خدا جانے کب تک رہے گا۔ مجبور ہو کر تمام دنیا کو اس مہدی کا انتظار کرنا پڑے گا جو حقیقی جانشین سرور عالم ہے اور جو حکم خدا سے انظار عالم سے پوشیدہ ہے۔ اور جب حکم خدا ہوگا ظاہر ہوگا

اس سلسلہ میں ینابیع المودۃ مطبوعہ مصر کا باب ۹۳ تمام مطالب پر روشنی ڈالنے کے واسطے کافی ہے۔ مناقب خوارزمی میں باسناد معتبر ایک حدیث حسن بن علی بن سعد سے منقول ہے جس کا سلسلہ روات بہ فضل حضرت علی ابن ابی طالب تک منتہی ہوتا ہے آں جناب نے فرمایا ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما خلق اللہ خلقاً افضل منی ولا اکرم علیہ منی قال علی فقلت یا رسول اللہ فانت افضل ام جبرئیل ..... حضرت ختمی مرتبت نے اپنی اور اپنی عترت اہلبیت کی فضیلت کے وجوہ بیان فرما کے فرمایا:- ان اللہ تبارک وتعالیٰ خلق آدم علیہ السلام واودعنا فی صلبہ وامر الملائکۃ بالسجود لہ تعظیماً واکراما

وکان سجودھم للہ عبودیة ولآدم اکراماً وطاعة لامر اللہ لکوننا فی
صلبہ فکیف لانکون افضل من الملائکة وقد سجدوا لآدم کلھم اجمعون"
حاصل ترجمہ نور رسالت وامامت صلب حضرت آدم میں ودیعت کیا گیا اور سجدہ
سجدہ تعظیمی تھا۔ جن حضرات کا نور صلب آدم علیہ السلام میں تھا اُن سب کی تعظیم ملائکہ نے
کی لہٰذا وہ ملائکہ سے افضل ہیں۔ پھر اس کتاب میں حضور سرور عالم کا ارشاد درج ہے
"لما عرج بی الی السماء اذن جبرئیل مثنیٰ مثنیٰ واقام مثنیٰ مثنیٰ ثم قال تقدم
یا محمد فقلت یا جبرئیل اتقدم علیک فقال نعم ان اللہ تبارک وتعالیٰ فضل
انبیائہ علی الملائکة اجمعین وفضلک خاصة علی جمیعھم فتقدمت فصلیت
بھم ...... جب حضور درجہ معراج پر فائز ہوئے اور مقام علو پر پہنچے "فنودیت
یا محمد انت عبدی وانا ربک فایای فاعبد وعلی فتوکل۔ وخلقتک من نوری
وانت رسولی الی خلقی وحجتی علی بریتی لک ولمن اتبعک خلقت جنتی ولمن
خالفک خلقت ناری ولاوصیائک اوجبت کرامتی فقلت یارب و
من اوصیائی فنودیت یا محمد اوصیائک المکتوبون علی سرادق عرشی
فنظرت فرأیت اثنی عشر نوراً وفی کل نور سطراً اخضر علیہ اسم وصی
من اوصیائی اولھم علی واخرھم القائم المھدی فقلت یارب ھؤلاء
اوصیائی من بعدی فنودیت یا محمد ھؤلاء اولیائی واحبائی واصفیائی
وحججی بعدک علی بریتی وھم اوصیائک وعزتی وجلالی لاطھرن الارض باخرھم
المھدی من الظالم ولاملکنہ مشارق الارض ومغاربھا ولاسخرن لہ
الریاح ولاذللن لہ السحاب الصعاب ولارقینہ فی الاسباب ولانصرنہ

تجندی ولا مدنۃ بملائکتی حتی تعلو دعوتی و تجتمع الخلق علی توحیدی ثم لا دیمن ملکہ ولا داولن الایام بین اوصیائی الی یوم القیامۃ" جس عبارت کے تحت خط کھینچ کیا ہے وہ غور طلب ہیں۔ اوصیائی حضرت ختمی مرتبت ہیں اول حضرت علی اور آخر حضرت القائم المہدی ہیں۔ یہ یہ زبردست شواہد سے صفات ماقبل ہیں ثابت ہو چکا خداوند عالم نجاست ظلم سے تمام دنیا کو حضرت مہدی کے ذریعہ سے پاک کریگا اور وہ مشرق و مغرب عالم پر حاکم ہونگے۔ ملائکہ اُنکے مددو معاون ہونگے۔ اور تمام مخلوق توحید الہی پر جمع ہوجائے گی۔ اُن کی بادشاہت قیام قیامت تک باقی رہے گی۔ اس حدیث مبارک سے سید محمد جونپوری اور مرزا غلام احمد قادیانی کی مہدویت پر ضرب کاری لگی۔ ان دونوں کو نہ تو توحید کا ڈنکا مشرق و مغرب عالم میں بجانے کا موقع نصیب ہوا اور نہ سارے عالم پر حکومت کی غالبًا ان دونوں صاحبوں کے زمانہ حیات میں جونپور اور قادیان انگریزوں کے تحت حکومت رہے۔ لہذا یہ دونوں مہدویت کے مدعی دعویٰ بلادلیل سے زیادہ حیثیت کے مالک نہ تھے۔ معاویہ صاحب کو ملا صاحب نے پانچواں خلیفہ تسلیم کیا ہے لہٰذا ایک گواہ اس سلسلہ میں بھی پیش کرنا ضرور ہے۔ دعوے کو ثابت کرنے کے لئے دو گواہ درکار ہوتے ہیں لیکن اگر مدعی خود دعوے سے دست بردار ہو تو پھر بارِ ثبوت مدعا علیہ کے دوش سے اُتر جاتا ہے۔ ملا علی قاری جس اسکول کے نمائندہ ہیں اُسی کے ایک امام علامہ ابواسحٰق اسفرائنی بھی گذرے ہیں اُنکی کتاب نورالعین فی مشہد مطبوعہ مصر سے اقتباس پیش کروں گا۔ لیکن پہلے اس علامہ کی جلالت قدر ظاہر کرنے کے لئے ابن خلکان سے سند پیش کرتا ہوں۔ صاحب کتاب نے تحریر کیا ہے "الاستاذ ابواسحٰق ابراھیم بن محمد الاسفرائنی الفقیہ الشافعی ولہ التصانیف الجلیلۃ" ہم نے کوشش کی ہے کہ مسئلہ خلافت و امامت پر ہر اسکول کا نظریہ پیش

کیا جائے۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ صوفی سب کے یہاں سے تنہا دسترس پیش کی جا چکی ہیں۔
پہلے ابواسحٰق صاحب کا مذہب معلوم کر لیجئے۔ کتاب مذکور صـ۳ پر جو ۱۳۶۲ء میں طبع ہوئی
ہے۔ تحریر ہے "الخلفاء الاربعة سموا خلفاء لانهم خلفوا رسول الله
صلى الله عليه وسلم فى الاحكام والخلفاء الاربعة متفاوتون فى
الفضيلة فافضلهم ابوبكر الصديق رضى الله عنه لانه ولى الخلافة بعد رسول
الله صلى الله عليه وسلم باجماع الصحابة (حضرت ابوبکر کو خلفاء اربعہ میں سب
پر فضیلت دی ہے کیونکہ علامہ کے عقیدہ کے موجب مدار فضیلت اجماع ہے۔ صفات ذاتیہ
وکمالات علمیہ کی ضرورت نہیں ہے) پھر فرماتے ہیں "وكانت خلافته ثلاث سنين و
قبل ثلاثه اشهر ومات وسنه كسن رسول الله صلى الله عليه وسلم
ثم يليه فى الفضيلة عمر بن الخطاب رضى الله عنه لانه ولى الخلافة بعد رسول
الله صلى الله عليه وسلم لانه ولى بعده الخلافة باجماع الصحابة (یہاں
ہمارے کرمفرما سے ذرا سی چوک ہو گئی۔ استخلاف کو اجماع لکھ دیا) وكانت خلافته
عشرة اعوام وتوفى وسنه كسن ابى بكر ثم يليه فى الفضيلة عثمان بن
عفان رضى الله عنه لانه ولى الخلافة بعده باجماع الصحابة (افسوس ہے
اس مورخ کو فضیلت ثابت کرنے کے واسطے صرف اجماع ہی یاد ہے۔ حضرت عمر اور حضرت
عثمان اجماع صحابہ سے خلیفہ نہیں بنائے گئے بلکہ اول الذکر کو حضرت ابوبکر نے نامزد کیا۔
وصیت نامہ لکھا۔ اور آخر الذکر کو بذریعہ شوریٰ (وہ بھی صرف ۶ آدمیوں کا) خلافت نصیب
ہوئی) وكانت مدة خلافته ثلاث عشر سنة ثم قتل ظلماً رضى الله عنه
ثم يليه فى الفضيلة على بن ابى طالب كرم الله وجهه لانه ولى الخلافة بعده

باجماع الصحابة وكانت مدة خلافته اربعة اعوام وقيل خمسة اعوام وقتل بالكوفة والقاتل له عبدالرحمٰن بن ملجم ملعون) ودفن فی محراب مسجده رضی اللہ عنہم ولعنا بهم اجمعین۔ (فاضل مورخ نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اُس ہمدردی کا اظہار نہ فرمایا جو حضرت عثمان کے ساتھ فرمائی۔ یعنی ان جناب کے بارے میں لکھا ہے "قتل مظلوماً" جس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ ابواسحق حضرات ثلاثہ کے زبردست عقیدتمندوں سے تھے اور ان کی رائے میں ترتیب خلافت ہی عظمت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے) اس کے بعد فرماتے ہیں "وقد اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی مدة خلافتهم بقوله الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تکون ملکاً عضوضاً۔ ثم بعد وفاة علی رضی اللہ عنہ ولی الخلافة بعده معاویة ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ وقال بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ان ولی الخلافة بعد علی رضی اللہ عنہ بعد انقضاء الثلاثین سنة انا اول الملوک ولا یجوز ان یذکر احد من اصحاب الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا بحسن ذکر بقوله صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذکر اصحابی فامسکوا یعنی یجب الامساک عما وقع بینهم من النزاع والقتال وغیر ذالک (نزاع اور قتال کی ایک ہی کہی۔ حضرات ثلاثہ کے زمانہ میں جو کچھ نزاع ہوا اُس کو پردہ میں رکھا جائے اور معاویہ اور حضرت علی کے زمانہ میں جو قتال ہوا اُس پر پردہ ڈال دیا جائے جو ہو گیا اچھا ہوا۔ ضرور ہمارے کرمفرما کو حدیث مبارک یا علی حربک حربی یاد تھی۔ ان کو اندیشہ ہوا کہ نزاع اور قتال کا تذکرہ اگر ہوا تو نتیجہ ظاہر ہے) مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ علامہ اسفرائنی اور اُن کے ہم عقیدہ حضرات سب مدت خلافت تیس سال تسلیم کرتے ہیں۔ ملک عضوض کی شق بعد کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ حساب کرنے سے مدة خلافت تیس سال

ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حضرت علی علیہ السلام ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کو شہید ہوئے۔ علامہ
نے "ثم بعد وفات علی" کی قید کے ساتھ خلافت راشدہ کا سہرا معاویہ کے سر پر باندھ دیا
جو ۲ ربیع الاول یا ۱۵ ربیع الاول سنہ ۴۱ھ کو چھ ماہ کے قریب خلافت راشدہ کو سنبھال کر الگ
ہو گئے۔ معاویہ صاحب کے دل میں خلافت راشدہ کی بہت عظمت تھی ورنہ حدیث
رسولؐ میں ترمیم کر کے زندگی بھر مدعی خلافت راشدہ رہتے تو کس میں دم تھا جو انکار کرتا۔ عبداللہ
بن عمر اور سعد ابن ابی وقاص ایسے نامی صحابہ نے اس سے بیعت کی تھی حالانکہ ان دونوں نے
حضرت علی علیہ السلام سے بیعت نہیں کی تھی۔ بلکہ اول الذکر نے معاویہ کے بعد اُس کے لائق فرزند
یزید سے بیعت کی تھی۔ یہ سب عبارت ص۳ پر درج ہے۔ اب اس کے بعد ص۴ پر جو گلِ افشانی
فرمائی ہے۔ وہ قابل دید ہے۔ اس صفحہ کا کچھ حصہ بخوف طوالت ترک کیا گیا صرف وہ حصہ پیش
کیا جا رہا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ صاحب حضرت علی مرتضیٰ کے بڑے چاہنے والے
اور اُن کی اولاد و اطیاب کے مخلص دوست تھے" ثم بعد مدة من الزمان مرض
معاویة مرضاً شدیداً وایقن بالموت۔ فلما اشتد به المرض ارسل الی یزید
فحضر بین یدیه وقال له ما بالك یا والدی فقال له فجلس عنده فقال
یا یزید یا ولدی اعلم ان لکل اجل کتاباً ولن یؤخر الله نفساً اذا جاء اجلها
کل نفس ذائقة الموت واعلم یا بنی انی ایقنت بالموت وقد حان حین وفاتی۔ و
حضرتنی الوفاة والامر کله بید الله۔ فقال له یزید یا ابت ومن یکون الخلیفة
من بعدك فقال له یا یزید انت الخلیفة۔ ولکن اسمع منی ما اقول والله
علی ما نقول وکیل۔ اوصیك یا بنی بالعدل فی رعیتك وفی جمیع الناس لان لذلك
یا بنی موقوفون غداً فی الحساب بین یدی الله تعالیٰ علی حسب بین الجنة والنار

فیدخل اللہ الجنۃ من یشاء بحکمہ وعدلہ اولیدعہ فی النار بجیرہ وقسمہ
اس سے ظاہر ہوا کہ معاویہ کو عذاب آخرت کا بڑا ڈر تھا۔ صرف دو سطر کے بعد رقمطراز ہیں۔
"قال (معاویہ) واوصیک یا بنی بالحسین واولادہ واخوتہ واولاد اخوتہ وجمیع
عشیرتہ وجمیع بنی ھاشم الوصیۃ التامۃ (غالباً اسی وصیت تامہ کا یہ اثر تھا کہ کربلا میں
حضرت امام حسین علیہ السّلام مع اپنے فرزندان سعید حتیٰ علی اصغر شیرخوار۔ برادران عزیز
بھتیجے۔ بھانجے اور کل بنی ہاشم شہید کردیئے گئے۔ یقیناً یزید اپنے باپ کا فرمانبردار بیٹا تھا۔
اُس نے باپ کے زبانی الفاظ وصیت سُنے۔ لب ولہجہ سے مفہوم سمجھا اور وصیت پدری پر عمل
کرکے "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کا مصداق بنا۔ معاویہ نے حضرت امیرالمومنین کو قتل کرایا۔ خون
حضرت عثمان کا دعویدار بن کر میدان کارزار گرم رکھا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا۔
حضرت امام حسین پر اُس کا قابو نہ چل سکا تھا بیٹے کو فرمائش کرکے دُنیا سے رخصت ہوا۔
اور بیٹے نے باپ کی روح کو شاد کردیا، اب نفس خلافت کے متعلق معاویہ کا بیان اُن تمام
لوگوں کے مقابل حجت ہے جو معاویہ کو خلیفہ پنجم بلتے ہیں اور بنی اُمیہ کے دوسرے سات لائق
فرزندوں کے سر پر تاج خلافت رکھکر "فالاثناعشر ھم الخلفاء" کا مصداق تسلیم کرتے ہیں۔
معاویہ نے وصیت جاری رکھتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا "یابنی ان الخلافۃ لیست لنا و
انما ھی لہ (للحسین) ولابیہ واخیہ من قبلہ ولاھل بیتہ من بعدہ" (ترجمہ:
بیٹا خلافت ہمارے اور تمہارے واسطے نہیں ہے بلکہ یہ صرف حسین کے واسطے اور اس کے باپ
اور نانا کے واسطے تھی (جو حسین سے قبل گزر گئے۔ اور حسین کے اہلبیت کے واسطے حسین کے بعد
ہے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ ملا علی قاری اور اُن کے ہم عقیدہ حضرات کا پانچواں خلیفہ
اپنے آپ کو اور یزید کو خلافت کا مستحق دراصل نہ سمجھتا تھا بلکہ اس کا عقیدہ تھا کہ خلافت دراصل

علی اور اُن کے بعد اُن کی اولاد کا حق ہے۔ ناواقفیت بھی بُری شے ہے ہمارے مہربان کو یہ نہ تھا کہ خلیفہ پنجم جن کو بڑے شد و مد کے ساتھ خلیفہ بنایا گیا تھا خود سپر انداختہ ہیں نہ اپنی خلافت مانتے تھے نہ اُن حضرات کی خلافت کو جو سرورِ کائنات کے بلا فصل جائز سمجھتے تھے ورنہ وصیت نامہ کی عبارت کے الفاظ کچھ اور ہوتے۔ مُلا صاحب اور اُن کے ہمنوا معاویہ سے دست و گریبان ہوں کہ سارا بنا بنایا گھروندا بگاڑ دیا اگر معاویہ سے ایسی اُمید نہ ہو کہ وہ حق گوئی کر سکے تو پھر علامہ اسفرائنی سے مخاصمت کریں کہ آپ کو کیا حق تھا ہمارے اندرونِ خانہ معاملہ کو طشت از بام کر دیا صرف ایک صورت ہے کہ ابو اسحاق اسفرائنی سے بیزاری کا اظہار کیا جائے اور اُن کی کتاب کو غیر معتبر بنا دیا جائے۔

علامہ اسفرائنی سے دست برداری ہی میں مفر ہے۔ بہتر ہے یہی راستہ اختیار کی جائے تو اس کے بعد ہم اُس کتاب سے کام لیں گے جس کی بنا پر اخبار زمیندار کے کالم سیاہ کئے گئے ہیں۔ اور فرقہ امامیہ کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہمارے مہربان کو غالباً معلوم نہیں ہے کہ خلیفہ سے کیا کام متعلق ہوتا ہے۔ صرف نماز پڑھا دیا کرے یا کچھ اور بھی کام کرنا ہوگا۔ شرح عقائد نسفی ص۱۰۱ کی عبارت جو اوراقِ ماقبل میں نقل ہو چکی خلیفہ اور امام کے اوصاف ثابت کرنے کے واسطے کافی ہے" قادرا بعلمہ وعدلہ وکفایتہ وشجاعتہ" عدالت عصمت کے مترادف ہے۔ خلیفہ اور امام کا قریشی ہونا۔ افضل اہلِ زمانہ ہونا بھی مسلم ہے اب اس موقعہ پر قرآن مجید سے امام کے صفات دریافت کرنا ضرور ہیں۔ خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام بنایا۔ نہ مرزا غلام احمد صاحب کی طرح امام خود ساختہ ہوتا ہے اور نہ لوگوں کے بنائے بنتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر جو لوگ بنا سکتے ہوں وہ بگاڑ بھی سکتے ہیں "اذا ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما

قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظالمین۔ (البقرہ ۔ ۱۲۴) جس وقت خداوند عالم نے اپنے خلیل کا امتحان کچھ کلمات کے ذریعہ سے لیا۔ وہ پورے اترے۔ ارشاد باری ہوا۔ اے ابراہیم! میں تم کو آدمیوں کے واسطے امام مقرر کروں گا۔ حضرت ابراہیم نے عرض کیا۔ پالنے والے مجھے تو امام بنایا میری اولاد کو بھی امام بنائے گا ارشاد ہوا۔ عہدہ امامت ظالم کو نہ دیا جائے گا جو ظالم نہ ہوگا وہ امام بنایا جائے گا۔ علامہ جار اللہ زمخشری تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔ قرئی الظالمون ای من کان ظالما من ذریتک لا ینالہ استخلافی وعہدی الیہ بالامامۃ وانما ینال من کان عادلا بریا من الظلم وقالوا فی ھذا دلیل علی ان الفاسق لا یصلح للامامۃ وکیف یصلح لھا من لا یجوز حکمہ وشھادتہ ولا یجب طاعتہ ولا یقبل خبرہ ولا یقدم للصلوٰۃ۔ وکان ابو حنیفۃ علیہ رحمۃ اللہ یفتی سرّا بوجوب نصرۃ زید بن علی رضوان اللہ علیہما وحمل المال الیہ والخروج معہ علی اللص المتغلب المتسمی بالامام والخلیفۃ کالدوانیقی واشباھہ ۔۔۔۔۔ الخ یعنی ترجمہ۔ الظالمون۔ وہ لوگ جو تمہاری (ابراہیم) ذریت میں ظالم ہوں گے ان کو میرا عہدہ خلافت اور امامت نہ ملے گا۔ امام کے لئے عادل اور ظلم سے بری ہونا لازم ہے (مفسرین نے) بیان کیا ہے کہ اس سے دلیل پیدا ہوتی ہے کہ فاسق کو عہدہ امامت نہیں مل سکتا۔ اور کیسے فاسق امام بن سکتا ہے یا بنایا جا سکتا ہے جبکہ اس کا حکم جائز نہ شہادت مقبول نہ اس کی اطاعت واجب (حکم) اس کی روایت غیر مستند اس کی امامت نماز مردود۔ امام ابو حنیفہ پوشیدہ طور پر فتویٰ دیتے تھے کہ حضرت زید بن علی کی نصرت واجب ہے۔ ان جناب کی خدمت میں مال بھیجنا اور دوانیقی وغیرہ خلفاء جور کے مقابلہ میں خروج واجب ہے۔

علامہ زمخشری نے امام کے واسطے عصمت واجب تسلیم کی۔ یہ سرآمد مفسرین

اہلسنت اس عقیدہ میں متفرد نہیں بلکہ اُن کے بعد امام فخر الدین رازی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ فرماتے ہیں "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (النساء ۔۶۲) فی الایہ مسائل ۔ یہ مسئلہ قائم کرکے تحریر فرمایا ہے ان اللہ تعالٰی امر بطاعۃ اولی الامر علی سبیل الجزم وثبت ان کل من امر اللہ بطاعتہ علی سبیل الجزم وجب ان یکون معصوماً عن الخطاء" ماحصل ترجمہ یہ ہے۔ خداوند عالم نے اولوالامر کی اطاعت واجب قرار دی ہے۔ ۔ اور جس ذات کی اطاعت واجب ہو اُس کا معصوم ہونا لازم ہے۔ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں " ان طاعۃ اللہ وطاعۃ رسولہ واجبۃ قطعاً وعندنا طاعۃ اھل الاجماع واجبۃ قطعا واما طاعۃ الامراء والسلاطین فغیر واجبۃ قطعاً بل الاکثر انھا تکون محرمۃ لانھم لا یامرون الا بالظلم ... فکان حمل الآیۃ علی الاجماع اولی لانہ ادخل الرسول واولی الامر فی لفظ واحد فکان حمل اولی الامر الذی ھو مقرون بالرسول علی المعصوم اولی من حملہ علی الفاجر والفاسق ......" (ترجمہ اللہ اور رسول کی اطاعت قطعی واجب ہے اور ہمارے نزدیک اہل اجماع کی طاعت قطعی واجب ہے۔ لیکن امراء اور سلاطین کی طاعت واجب نہیں بلکہ اکثر مواقع پر حرام ہے کیونکہ وہ صرف ظلم ہی کے ساتھ حکم دیا کرتے تھے۔ پس آیۃ کا حمل اجماع پر زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ رسول اور اولوالامر ایک ہی لفظ میں داخل ہیں۔ پس اولی الامر جو رسول معصوم کے بعد ہی ذکر کیا گیا ہے اُس کا حمل زیادہ مناسب ہے بہ مقابلہ فاسق اور فاجر کے" تعجب ہے ابھی اجماع کو معصوم قرار دیا پھر فوراً ایک ہی سلسلہ میں اہل اجماع کو معصوم قرار دینا ایک بام و دو ہوا کا مصداق ہے۔ ۔

علامہ زمخشری اور علامہ رازی دونوں نے معصوم کی اطاعت واجب قرار دی ہے فرق

صرف اس قدر ہے کہ ایک نے امام کو معصوم مانا ہے اور دوسرے نے اجماع کو اولوالامر کا قائم مقام تسلیم کرتے ہوئے اُس کی اطاعت فرض کی ہے۔ اور اجماع یا اہل اجماع کو منکم کا نمائندہ تسلیم کیا ہے " واولی الامر منکم " کا جو بھی مصداق ہو اُسکی اطاعت مثل اطاعت خدا اور رسول واجب ہوگی۔ میں علامہ رازی سے دریافت کرتا ہوں کہ جناب کی اس نرالی منطق کو اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے تو صرف حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ اجماع گنا ہگاران امت محمدیہ جس نے مجسم ہو کر حضرت ابوبکر کو خلیفہ منوا دیا۔ امام رازی کے عقیدہ کے بموجب معصوم تھا۔ اس کی اطاعت سب سے پہلے کس پہ واجب ہوئی؟ حضرت ابوبکر پر کیونکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو لوگ تھے انہوں نے حضرت کو خلیفہ بنایا تھا یا تسیم کیا تھا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت ابوبکر نے اُسی وقت اس اجماع کی مخالفت کی تھی۔ خود دعویٰ نہیں کیا تھا کہ مجھے خلیفہ تسیم کیا جائے نہ اپنے حق میں رائے دی تھی۔ بلکہ اپنا ووٹ حضرت عمر کے حق میں دے چکے تھے اگر حضرت ابوبکر اجماع کو معصوم سمجھتے تو حضرت عمر کو بھی اجماع کے حوالہ کر جاتے اور اگر حضرت عمر اجماع کو معصوم مانتے تو حضرت عثمان کے انتخاب کے لئے مجلس شوریٰ .. صرف ۶ آدمیوں کی بنا میں عبدالرحمٰن بن عوف کو دو رائے دینے کا حقدار نہ بناتے۔ بعبارۂ اُخریٰ حضرت عمر کی نظر میں عبدالرحمٰن زیادہ حقدار تھے۔ یہاں نہ اجماع تھا اور نہ استخلاف۔ اور حضرت معاویہ کے بارے میں خدا جانے اس معصوم سے کیوں کام نہ لیا گیا اور نہ سیرۃ شیخین پہ عمل کیا گیا۔ بات ہے ذرا کھٹکتی۔ غور کرنے کے بعد سمجھ میں آ گئی علامہ رازی کے اجماع کی تائید حضرت شیخ علیہ رحمۃ اللہ کے غنیۃ الطالبین سے بھی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں جب وقت وفات حضرت ختمی مرتبت قریب ہوا " قالوا من نو ...

بعدک یارسول اللّٰہ" افسوس ہے کہ راویاں کا نام درج کتاب نہیں ہے ورنہ اُن کے
بیان کی صحت کا پتہ چل جاتا۔ اس مطلب کی کوئی حدیث شیخین نے بھی نہیں لکھی ہے۔ اگر
اس سوال کے جواب کی اطلاع صحابۂ کرام کو ہوتی تو سقیفہ بنی ساعدہ جانے کی ضرورت ہی
نہ تھی۔ حضور نے حسب بیان صاحب غنیہ ارشاد فرمایا "ان تومروا ابابکر تجدوہ زاھدًا
فی الدنیا راغبًا فی الاخرۃ وان تومروا عمر تجدوہ قویًا امینًا لایخاف فی اللہ لومۃ
لائم وان تولوا علیا تجدوہ ھادیًا مھدیًا فلذا اجمعوا علی خلافۃ ابی بکر"
(ترجمہ) حضور سے جب حاضرین دربار رسالت نے (جن کا نام نہیں معلوم) دریافت کیا کہ آپ
کے بعد کس کو وہ لوگ اپنا امیر بنائیں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ ابوبکر کو امیر بناؤ گے
تو اُن کو زاہد اور آخرت کی طرف رغبت کرنے والا پاؤ گے اور اگر عمر کو امیر بنایا تو اُن کو قوی
اور امین پاؤ گے۔ خدا کے معاملہ میں وہ کسی بُرا کہنے والے سے کبھی نہ ڈریں گے۔ لیکن اگر تم
لوگوں نے علی کو ولی بنایا (یعنی مولا تسلیم کر لیا) تو اُن کو ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ پاؤ گے
اسی بنا پر اُنہوں نے ابوبکر کی خلافت پر اجماع کر لیا (غنیۃ الطالبین) حضرت شیخ نے جناب
عثمان کا نام بھی نہ لیا۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم کی نظر میں حضرت
عثمان حقدار خلافت ہی نہ تھے۔ ورنہ اُن کے متعلق بھی کچھ ضرور تحریر ہوتا۔ اور اگر جناب شیخ
کی بیان کردہ روایت کو بفرض محال تسلیم کر لیں تو بھی ان تین بزرگوں کی جو صفات حضور سرورِ
عالم کی نظر میں تھے ان کی بنا پر حضرت علی ابن ابی طالب ہر طرح مستحق ثابت ہوتے ہیں۔
اُمت محمدیہ کو آنحضرت کے بعد کس قسم کے حاکم کی ضرورت تھی۔ زاہد۔ راغب فی الآخرۃ۔ قوی
امین یا ہادی و مہدی کی؟ قرآن مجید تو ہادی و مہدی کی اطاعت کو واجب قرار دیتا ہے۔
افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون

دیوبند ۔ ۲۰۶) کوئی ان اجماع کے دلدادہ حضرات سے پوچھے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام بموجب آیۂ مبارکہ متذکرہ صدر و حدیث حضرت ختمی مرتبت مندرجہ غنیۃ الطالبین ہادی مہدی اور احق بالاتباع تھے تو پھر کسی زاہد کی تلاش کیوں کی گئی ۔ یا سقیفہ میں جب وہ بلایا نہ گیا تھا تو کسی دوسرے کو بلانے کی ضرورت کیا تھی ۔ صحابہ نے تین بزرگوں کے اوصاف سنے تھے اور وہ قرآن و حدیث پر عامل ہونے کے دعویدار تھے ۔ پھر اندیشہ کس بات کا تھا ۔ انصار جو سقیفہ میں جمع ہوئے تھے وہ ضرور جانتے ہونگے کہ آنحضرت نے صرف تین شخصوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے غالباً حضرات شیخین استفسار کے وقت موجود نہ تھے ورنہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی صفات زبان وحی ترجمان سے سن کر ہرگز متردد نہ ہوتے اور قرآن پر ایمان رکھنے والے صحابہ ہادی الی الحق کی موجودگی میں کسی دوسرے کی تلاش نہ کرتے مندرجہ بالا حوالے سے اس قدر ثابت ہوا کہ حضرت علی جناب شیخ علیہ رحمۃ اللہ کے بیان کے بموجب حقدار ولایت ۔ ہادی اور مہدی تھے اور صرف شیعہ ہی اُن جناب کو حقدار خلافت نہیں سمجھتے بلکہ سواد اعظم کے شیخ اعظم بھی اُن جناب کو ایسا ہی مانتے ہیں ۔ یہ بات اور ہے کہ اجماع سے حضرت ابوبکر خلیفہ ہو گئے ۔ جناب سرور عالم کی احادیث متکاثرہ حضرت علیؑ کے استحقاق امامت و خلافت کو ثابت کرتی ہیں "اعلم امتی من بعدی علی ابن ابی طالب" میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم رکھنے والا علی بن ابی طالب ہیں ۔ اس روایت کو دیلمی نے سلمان فارسی سے نقل کیا ہے "افضل امتی علی" ۔ اس حدیث کو طبرانی نے الصغیر میں جابر سے ۔ بغوی نے انس سے اور خوارزمی نے ابوسعید سے روایت کیا ہے ۔ حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا "اقضاکم علی" اس روایت کو امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے ۔ اہلسنت کے مایۂ ناز عالم فضل بن روزبہان نے ابطال الباطل میں تحریر کیا ہے

"لاشك ان علیاً کان یامر بالعدل و هو علی صراط مستقیم ولکن لایدل هذا علی النص علی امامته" ترجمہ اس میں شبہ نہیں کہ حضرت علیؑ امر بالعدل بھی تھے اور صراط مستقیم پر گامزن تھے لیکن اُن کا ان صفات کا حامل ہونا اُنکی امامت پر نص نہیں ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ آیۂ قرآن پاک کا مصداق حضرت امیرالمومنین کو تسلیم کرنے کے باوجود اُن جناب کی امامت پر اس آیۂ مبارکہ کو نص نہیں تسلیم کیا" و من یامر بالعدل و هو علی صراط مستقیم" (النحل - ۷۶) اور جو امر بالعدل اور صراط مستقیم پر گامزن ہو وہی مستحق اتباع ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جبکہ یہ امر طے شدہ ہے کہ امامت اور خلافت کے واسطے نص ضرورت نہیں ہے۔ اجماع امت سے ہی خلیفہ مقرر ہوگا کیونکہ حضرات خلفائے ثلاثہ اور ان کے بعد والے آٹھ خلفا لغایۃ عمر بن عبدالعزیز سب کے سب اجماع سے ہی خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت علی ابن ابی طالب کے واسطے امامیہ دعویدار نص ہیں سو یہ بات قابل اعتنا نہیں ہے ترہم ایک اور زبردست شہادت پیش کریں گے۔ جس سے ثابت ہوکہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت کے منصوص ہونے کے قائل صرف شیعہ ہی نہیں ہیں بلکہ مشاہیر علما۔ اہلسنت کا بھی یہی عقیدہ رہا ہے۔ اور اگرچہ وہ حضرات ثلاثہ کی خلافت کو منصوص نہیں مانتے ہیں بلکہ اجماعی تسلیم کرتے ہیں پھر بھی حضرت امیر علیہ السلام کی امامت کو منصوص مانتے ہیں علامہ شہرستانی کا نام اسلامی دنیا میں کافی شہرت رکھتا ہے اور آپ کی کتاب" الملل والنحل" مستند مانی گئی ہے۔ کشف الظنون میں جو علمائے اسلام کی انسائیکلو پیڈیا ہے درج ہے "الملل والنحل صنف جماعة منهم ابوالفتح الامام محمد بن عبدالکریم الشهرستانی المتوفی ۵۴۸ھ قدمنا الذی سبکر فیه هو عندی خیر کتاب صنف فی هذا الباب" الملل والنحل کو یک جماعت نے تصنیف کیا ہے جس میں امام عبدالکریم شہرستانی

بجرۃ ہر یا من ۴ انتقال ۵۴۸ھ میں ہوا تاج الدین سبکی کا قول ہے کہ ہمارے پاس بہترین کتاب اس موضوع کی ہے۔ وفیات الاعیان میں ابن خلکان نے لکھا ہے " ابو الفتح محمد بن ابی القاسم عبد الکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی۔ کان اماماً۔ فقیہاً۔ متکلماً صنف کتاب نہایۃ الاقدام وکتاب الملل والنحل علامہ اور ان کی کتاب کا نام اور حالات قدر کا تذکرہ دونوں حوالوں میں موجود ہے۔ اہلسنت کے امام بھی تھے۔ فقیہ اور متکلم بھی تھے۔ انہوں نے تحریر فرمایا ہے " وقول النبی اقضاکم علی نص علی امامتہ لان الامامۃ لا معنی لھا الا ان یکون اقضی القضاۃ فی کل حادثۃ الحاکم علی المتخاصمین فی کل واقعۃ وھو معنی قولہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم " (النساء-۶۲) ترجمہ حضرت نبی کریم کا ارشاد اقضاکم علی یعنی تم سب سے زیادہ فیصلہ کرنے کی طاقت علی رکھتے ہیں۔ ان کی امامت پر نص ہے۔ اس واسطے کہ اگر امام تمام قاضیوں سے بڑھکر قاضی نہ ہو جو ہر حادثہ میں حکم دے سکتا ہے اور واقعہ میں مخاصمت کرنے والوں کے درمیان حکم صادر کرنے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو پھر امامت بے معنی ہوگی اور یہی معنی قول باری تعالیٰ کے ہیں۔ اطاعت کرو اللہ کی۔ اللہ کے رسول کی اور صاحب الامر کی جو تم میں سے ہو"

خدا کا شکر ہے اولوالامر کی اطاعت کو واجب اور اولوالامر کو معصوم علامہ فخرالدین رازی تسلیم کر چکے ہیں۔ علامہ شہرستانی بھی اطاعت اولوالامر کو واجب مانتے ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ شہرستانی نے قول خدا و رسول کو نص امامت تسلیم کرتے ہوئے حضرت علی ابن ابی طالب کو اولوالامر اور امام مانا ہے اور علامہ رازی نے اجماع کو معصوم تسلیم کیا ہے۔ اور اجماع کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ نہ کہ مجمع علیہ کی اطاعت کو۔ لائق نامہ نگار نے لکھا ہے خلافت کا حق امامیہ کے عقیدہ کے موجب حضرت

علی کے بعد اُن کی اولاد کو پہونچتا ہے۔ اس کے متعلق مختلف اسلامی اسکول کے عقائد بیان ہو چکے۔ سب کے سب ان بارہ خلفاء یا ائمہ کو مانتے ہیں جن کو شیعہ اثنا عشری مانتے ہیں۔ اب امامت کا حق خارج ہو جاتا ہے۔ ظالم کے ظلم سے یا امام کے تقیہ سے تو یہ ان کا عجب افترا ہے۔ امام امام ہی رہتا ہے چاہے لوگ اُس کو نہ مانیں یا بیعت کر کے انحراف کر جائیں۔ یہ خدائی عہدہ ہے کسی کے ظلم سے ضبط نہیں ہو سکتا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ کو نبی نہ مانا۔ ابوجہل نے اور دیگر کفار قریش نے آنحضرت کی نبوت تسلیم نہ کی۔ طرح طرح کے ظلم کئے تو کیا اس سے نبوت کو نقصان پہونچا۔ اسی نبی کی نیابت میں امامت کا عہدہ بھی ہے۔ اس کو کسی کے انکار سے نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ یہ طبرانی کو بھی تسلیم ہے۔ صفحات ماقبل میں اس کا ذکر ہو چکا ہے اب رہا تقیہ۔ تو بندہ پرور یہ اپنے تقیہ پر اعتراض کیا ہے۔ آپ کا مذہب ہے صرف سُنی ہوئی باتوں پر اعتقاد رکھنا۔ اور تقیہ ہے ایک عقلی شے۔ شیعہ چونکہ تقیہ کو موقع پر واجب جانتے ہیں۔ آپ سے کسی نے تقیہ کی بُرائی کی ہو گی بغیر تحقیق کئے ہوئے آپ نے افترا لکھ دیا۔ بے عقلی اور تقیہ میں کوئی ربط نہیں ہے۔ قرآن مجید میں تقیہ کی مدح کی گئی ہے سرآمد مفسرین علامہ رازی نے تقیہ کو قیامت تک واجب تسلیم کیا ہے۔ یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (آل عمران ـ ۱۰۲) اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی کہتے ہیں حق تقاتہ لیستحق تقیۃ اور لکھتے ہیں التقیۃ جائزۃ الی یوم القیامۃ۔ تقیہ کی چند مثالیں قرآن مجید سے پیش کی جاتی ہیں اور امید ہے کہ اگر آپ کی سمجھ میں آگیا تو پھر آپ بھی تقیہ کے قائل ہو جائیں گے۔ وقال رجلٌ مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ (المومنون ۲۹)؛ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان .... (النحل ـ ۱۰۸) دونوں آیتوں

میں ایمان کو پوشیدہ رکھکر ضرورت کے وقت اظہار کفر کرنا۔ مقام مدح میں ذکر کیا گیا ہے ایمان کو پوشیدہ رکھکر خلاف ایمان ظاہر کرنے والے کو "رجل مومن" کے لقب سے خداوند عالم نے یاد فرمایا ہے۔ اگر سمجھ میں آجائے تو منکر تقیہ کے واسطے راستہ کھلا ہوا ہے۔ دوسری آیت حضرت عمار سے متعلق ہے جن سے کفار قریش نے ظلم کرکے خدا اور رسول کے خلاف اظہار کروایا تھا۔ اب ان سے بڑھکر ایک مثال اور پیش کرتا ہوں جس سے آنکھیں کھل جائیں گی اور تقیہ کو گالی سمجھنا ترک کر دیا جائے گا۔ سورہ مریم قرآن مجید کھول کر پڑھیئے ساری سورہ یا مسلسل آیات متعلقہ لکھنے میں دقت ہوگی اس لئے صرف ایک آیت لکھتا ہوں۔ جس وقت حضرت عیسیٰ متولد ہو گئے۔ اور جناب مریم کے اضطراب میں اضافہ ہوا خداوند عالم نے اُن کو اس صورت سے تقیہ کی تعلیم دی کہ جب قوم کا کوئی شخص اُن کے پاس آئے تو وہ اس سے کہدیں "انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا" (مریم - ۲۷) یعنی میں نے نذر کی ہے کہ خدائے رحمن کی خوشی کے لئے چپ کا روزہ رکھوں گی اور آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔ غالباً اس آیۃ سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ خداوند عالم نے حضرت مریم کو تعلیم دی کہ جب تمہاری قوم آئے تو منہ سے بولنا مت۔ بلکہ اشارہ سے بات کرنا اور قوم کو سمجھا دینا کہ میں نے نذر کا روزہ رکھا ہے۔ صاحبان انصاف غور کریں کہ بی بی مریم نے روزہ کی نیت کب کی تھی۔ اور یہ کس خوشی میں روزہ رکھنے کا قصد کیا تھا۔ ولادت حضرت عیسیٰ سے قبل نذر کی تھی کہ بن باپ کے بچہ پیدا ہوگا تب میں شکرانہ ادا کرتے ہوئے چپ کا روزہ رکھوں گی۔ یا بعد ولادت نذر کی تھی کہ قوم کی بدگوئی و طعن سے نجات ملے گی تب روزہ رکھوں گی۔ (ایسا تو ابھی ہوا نہیں) قوم کا سامنا ہوا۔ حضرت مریم کی گود میں بچہ دیکھکر قوم نے زبان طعن و تشنیع دراز کی۔ خداوند عالم نے پیشتر

یہی سکھا دیا تھا کہ جب تم سے کچھ کہا جائے تو تقیہ کرنا۔ روزہ کی آڑ پکڑنا اور قدرت خدا کا تماشہ کرنا۔ قوم کی تمام باتوں کا جواب صرف حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ تقیہ کی سپر کام آئی۔ حضرت عیسیٰ قدرت خدا سے گویا ہوئے اور قوم کو اطمینان ہو گیا پھر کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ کچھ کہہ سکے۔ اگر اب بھی تقیہ سمجھ میں نہ آئے تو شب ہجرت غار ثور پر جا کر دیکھا جائے۔ آنحضرت غار کے اندر ہیں۔ غار پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ کبوتر نے انڈے دیدیئے۔ گھونسلا بنا لیا ہوگا اس سب کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ اگر دشمن تعاقب میں در غار تک پہنچ جائیں تو یہ بے زبان مخلوق تعاقب کرنے والوں کو بتا دے کہ اس غار کے اندر کوئی نہیں ہے۔ اب بھی اگر سمجھ میں نہ آئے تو سورۂ منافقین کی پہلی آیت تلاوت کر لی جائے "اذا جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون۔" کیوں جناب یہ خداوند عالم کو کس کا خوف تھا جو منافقین کے نام نہ بتائے مصلحت نہ تھی۔ اس لئے منافق کا لفظ بجائے زید بکر وغیرہ کے استعمال کر دیا اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔ تقیہ کے مصلح تمام دنیا مانتی ہے۔ جناب سرور عالم بھی منافقین کو پہچانتے تھے اور بعض رازداروں کو بتا دیتے تھے۔ اگر منافقین کے ناموں کا اعلان ہو جاتا تو حضرت شیخ کو غنیۃ الطالبین میں اس صورت سے فرقوں کی شاخیں قائم کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ تقیہ کا مطلب پرہیزگاری ہے اس کو جھوٹ کہنا اور سمجھنا افتراء ہے۔ کذب ہے۔ ہم نامہ نگار ذیل کہتے ہیں "لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔" غالباً اب سمجھ میں آگیا ہوگا کہ تقیہ جھوٹ نہیں ہے اور تقیہ کے ذریعہ سے امامت سے امام خارج نہیں ہوتا۔ اصول کافی میں ہرگز ایسا درج نہیں ہے۔ نامہ نگار نے کتاب سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور یا کتاب سرسرے سے دیکھی نہیں۔ شیعہ مذہب میں خدا ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ خود دعویٰ کرتا ہے "ومن اصدق

من اللہ قیلا۔ و من اصدق من اللہ حدیثا اور اس کا رسول الصادق الامین اور والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولئک ہم المتقون" کا مصداق اور ائمہ ہدیٰ صادق اور مصدق حضرت ابوالائمہ "صدق بہ" کے صحیح مصداق جن کو حضور سرور عالم نے "علی سید الصادقین" فرمایا۔ اس حدیث کو سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ ابونعیم نے حلیہ میں۔ امام نسائی نے خصائص میں۔ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں۔ حاکم اور ابن قتیبہ نے بھی لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا "انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا صدیق الاکبر" اسی مطلب کی حدیث امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے بھی لکھی ہے۔

اعتراض ۵۶ یہ ہے کہ امام کو حسب اندراج اصول کافی دینی اور دنیاوی تمام باتوں کا علم ہوتا ہے اور اُن سے مثل انبیاء معجزے صادر ہوتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے کرمفرما کی خوش خیالی ہے۔ اُن کو معلوم نہیں کہ امام نبی کا نائب ہوتا ہے۔ اگر نبی کو تمام باتوں کا علم ہو اور نائب کو نہ ہو تو حق نیابت ادا نہ ہو سکے گا۔ انبیاء کے ہاتھ پر صدور معجزات مسلمانوں کو تسلیم ہے پھر وصی اور جانشین کے ہاتھوں پر معجزہ کا اقرار نہ ہونا بے معنی ہے۔ نبی بھی ہر آن معجزہ نہیں دکھاتے تھے۔ جب کوئی منکر نبوت معجزہ طلب کرتا تھا خداوند عالم اپنے نبی کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر فرماتا تھا۔ بالکل اسی طرح امام کے ہاتھوں پر صدور معجزات ہوتا رہا ہے۔ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے معجزات کا اقرار اہلسنت والجماعت کے مشاہیر علما کو ہے اور حضرت پیران پیر سے عقیدت رکھنے والے جو کرامات غوثیہ پر ایمان رکھتے ہیں اُن کو انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے انکار کرنے کا حق کب حاصل ہے۔ اُن کے عقیدہ کے بموجب حضرت بڑے پیر صاحب اولاد علی علیہ السلام سے ہیں اور اُن کا حسنی اور حسینی ہونا باعث فخر و ناز ہے۔ گلدستہ کرامات میں جناب شیخ کی کرامات دیکھکر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب علی کی اولاد میں سے ایک بزرگ

ایسی کرامات دکھا سکتا ہے تو پھر حضرت علی علیہ السلام کے معجزات اور کرامات کا کیا کہنا۔ ملا محمد مبین فرنگی محلی نے جو اجل علماء اہلسنت سے گزرے ہیں قبل ولادت حضرت امیرالمومنین کی کرامتوں کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ صفحات ماقبل میں ذکر ہو چکا۔ اب اُس ولی خدا کی خداداد طاقت جس کو معجزہ کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا ملاحظہ ہو" عن ابی رافع مولی رسول اللہ صلعم قال اخرجنا مع علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین بعثہ رسول اللہ برایتہ فلما دنیٰ من الحصن خرج الیہ رجل من یہود خیبر فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی علیہ السلام بابا کان عند الحصن فترس عن نفسہ فلم یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی فتح اللہ علیہ ثم القاہ من یدہ حین فرغ فلقد رأیتنی فی نفر سبعۃ وانا ثامنھم نجھد علی ان نقلب ذٰلک الباب فما نقلبہ " (حاصل ترجمہ) ابورافع غلام حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ ہم علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ میدان میں آئے۔ جناب سرورکائنات نے اُن جناب کو اپنا علم عطا فرمایا تھا۔ جس وقت وہ جناب قلعہ خیبر کے نزدیک پہنچے ایک یہودی اُن جناب کے مقابلہ کے واسطے نکلا۔ (جنگ ہوئی سپر اُن جناب کے ہاتھ سے گر گئی) یہودی سپر لے کر بھاگا۔ حضرت علی علیہ السلام نے بڑھکر قلعہ کا دروازہ اکھاڑ لیا اور اُس سے سپر کا کام لیا اور جس وقت تک مصروف کارزار رہے باب خیبر اُن جناب کے ہاتھ پر سپر کی جگہ رہا۔ جب وہ جناب جنگ سے فارغ ہوئے دروازہ کو (دور) پھینک دیا۔ میں اور میرے ساتھ سات شخص اور تھے۔ ہم آٹھوں نے کوشش کی کہ اُس در کو حرکت دیں اس کو جنبش نہ دے سکے۔ (یہ واقعہ تاریخ کامل ابن اثیر و ابن ہشام و تاریخ ابوالفدا میں انہی الفاظ کے ساتھ درج ہے) علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد دوم میں اس واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھا ہے موصوف سرآمد علمائے اہلسنت میں سے ہیں ان کی کتاب سے چند سطریں نمونہ کے طور پر اس مطلب کی تائید

میں پیش کی جاتی ہیں "حضرت امیر ہفت کس از رؤسا رشجعان یہود را بہ قتل آورد و باقی ایشاں ہزیمت نمودہ رُو بہ قلعہ آوردند۔ وے رضی اللہ عنہٗ درعقب ایشاں می رفت دریں حالت یکے از مخالفان ضربے بر دست مبارک وے زد چنانکہ سپر از دست بر زمین اُفتاد۔ یہودیٔ دیگر سپر را ربودہ رُو بگریز نہادہ حضرت امیر در غضب آمد دیک حالتے از عالم قدرت ربانی بقوت روحانی وارد شد کہ از خندق جستہ نمودہ بر دروازہ حصار اُفتاد دیک در آہنی حصار را بر کند و سپر خود ساخت و بجنگ پیوست" ذرا آنکھیں کھول کر مقالہ نویس دیکھیں اسی کو معجزہ کہتے ہیں اور سرآمد علما ءاہلسنت بھی امیر المومنین علیہ السلام کی معجز نمائی کے قائل ہیں۔ صرف شیعہ ہی یہ عقیدہ نہیں رکھتے۔ اس سلسلہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین کا وصی رسول ہونا بھی دکھا دوں تاکہ پھر یہ سلسلہ اُن جناب کی اولاد اطیاب میں برابر نظر آتا رہے۔ امام نسائی کی کتاب خصائص کے حوالہ سے غدیر خم کے موقعہ پر حدیث ثقلین پیش کی جا چکی جو صفحات ماقبل میں نظر سے گزری ہوگی۔ اب مستدرک حاکم ملاحظہ ہو۔ زید بن ارقم راوی ہیں نزل رسول اللہ صلعم بین مکۃ والمدینۃ فصلے ثم قام خطیباً فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر و وعظ ثم قال یاایھا الناس انی تارك فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموھما وھما کتاب اللہ واھل بیتی عترتی ثم قال اتعلمون انی اولیٰ بالمومنین من انفسھم ثلث مرات۔ قالوا نعم۔ فقال رسول اللہ صلعم من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ترجمہ۔ حضور سرورِ عالم صلعم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان منزل اجلال فرمایا۔ نماز ادا کی۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد حمد خالق کون ومکان وعظ و نصیحت فرمائی۔ پھر ارشاد کیا۔ ایھا الناس میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم نے ان دونوں کا

اتباع کیا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ دونوں کتاب خدا اور میری عترت اہلبیت ہیں پھر ارشاد فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ میں مومنین کی جانوں سے اولےٰ ہوں (یعنی میں مومنین کی جانوں میں اولیٰ بالتصرف ہوں) تین مرتبہ اس کلمہ کا اعادہ فرمایا۔ حاضرین نے عرض کیا بے شک حضور اولیٰ بالتصرف ہیں یہ سُن کر جناب رسول خدا نے فرمایا جس کسی کا میں مولا ہوں پس اس کے مولیٰ علی ہیں" ہمارے اس ترجمہ میں اولیٰ بالتصرف کے لفظ سے بعض ناواقف لوگ گھبرائیں گے اس لئے اُن کی تسلی کے لئے الصواعق المحرقہ ابن حجر مکی بھی پیش کی جاتی ہے۔ ایک حدیث طولانی ابن حجر نے لکھی ہے۔ اور اس کے اسناد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ طبرانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضور سرور عالم نے فرمایا "یا ایھاالناس ان اللّٰہ مولائی وانا مولی المومنین وانا اولیٰ بھم من انفسھم فمن کنت مولاہ فھذا مولاہ یعنی علیاً" خط کشیدہ عبارت سے حضرت رسول اور حضرت امیرالمومنین کا اولیٰ بالتصرف ہونا ثابت ہوگیا۔ علامہ محمد ابن سالم شافعی حنفی جامع صغیر سیوطی میں تحریر فرماتے ہیں" لما سمع ذالک بعض الصحابہ رای من کنت مولاہ فعلی مولاہ) قال اما یکفی رسول اللّٰہ تاتی بالشھادہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ حتی یرفع علیاً ابن ابی طالب فھل ھذا من عندک ام من عند اللّٰہ فقال صلعم واللّٰہ الّذی لا الہ الا ھو انہ من عند اللّٰہ" اب تو وصی رسول ہونا سمجھ میں آگیا ہوگا۔ اور خلیفہ کے معنی بھی سمجھ میں آگئے ہونگے۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اس زمانہ کے لوگوں کو جو الفت تھی وہ ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہوگی" روی ابن جریر فی تاریخ الکبیر عن عبداللّٰہ عن عائشۃ قالت فخرج رسول اللّٰہ صلعم بین رجلین من اھلہ احدھما الفضل بن عباس ورجل آخر تخط قدماہ الارض عاصباً راسہ حتیٰ دخل بیتی۔

قال عبداللہ حدثت ھٰذا الحدیث عبداللہ بن عباس فقال ھل تدری من الرجل قلت لا۔ قال علی ابن ابی طالب ولکنھا لا تقدر علی ان تذکرہ بخیرۃ (ترجمہ) ابن جریر اپنی تاریخ میں عبداللہ سے اُنہوں نے عائشہ سے روایت کیاہے کہ جناب رسول خدا دو شخصوں کے درمیان باہر تشریف لائے جو اُن کے اہل میں سے تھے رشتہ دار تھے؛ ایک فضل بن عباس تھے اور ایک اور شخص تھا۔ قدمہائے مبارک زمین پر خط ڈالتے تھے اور سر مبارک ڈھلا ہوا تھا۔ اسی حالت میں میرے حجرہ میں تشریف لائے (یہ مرض الموت کا زمانہ تھا۔ اور جس دن کا واقعہ ہے وہ جناب عائشہ کی باری کا دن تھا) عبداللہ کہتے ہیں میں نے یہ بات عبداللہ بن عباس سے کہی۔ اُنہوں نے کہا تم سمجھے وہ دوسرا شخص کون تھا۔ عبداللہ بولے میں نہیں سمجھا۔ کہا وہ علی ابن ابی طالب تھے۔ لیکن حضرت عائشہ علی کا ذکر بھی اچھی طرح کرنا گوارا نہ کرتی تھیں۔ خصائص نسائی میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت کا انتقال ہوا اس روز صبح کو حضور نے تین مرتبہ حضرت علی کو یاد فرمایا۔ جب وہ آگئے تو ہم لوگوں نے خیال کیا کہ شاید کوئی راز کی بات کہنا چاہتے ہوں سب لوگ باہر چلے گئے میں (ام سلمہ) سب سے آخر میں باہر آئی۔ اور قریب در ٹھہری رہی "فاکب علیہ علی فکان آخر الناس بہ عھدًا فجعل یسارہ و یناجیہ"۔ حضرت علی آنحضرت پر جھک گئے اور وہ آخری شخص تھے جو وفات کے وقت آنحضرت کے پاس تھے۔ اور وہ جناب علی مرتضیٰ سے سرگوشی فرماتے رہے (جس کے بعد آنحضرت کا انتقال ہوگیا) مستدرک میں حاکم نے انہی الفاظ سے حدیث نقل کی ہے۔ اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ حضور نے کیا مشورہ کیا تھا۔ روضۃ الاحباب میں یہ واقعہ بہت تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ صرف چند لفظیں اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔۔۔۔۔" جناب رسالت مآب در وقت احتضار با فاطمہ فرمود پسران پیش بیار۔ فاطمہ حسن و حسین را علیہم التحیۃ والرضوان بنزدیک آں

سرور درآوردند۔ سلام کردند و در برابر جد بزرگوار بنشستند۔ چون اور ا باں حال دیدند گریہ آغاز نہادند۔ وچناں زار بگریستند کہ از گریۂ ایشاں ہر کہ دراں خانہ بود بگریست۔ حسنؑ روئے خود را بر روئے مبارک آنحضرت و حسین سر را بر سینۂ پر سکینہ آں سرور نہادو حضرت چشمان نرگسیں کشادو ایشاں از سر لطف و شفقت نظر کرد۔ وایشاں را بوسیدہ بوئید۔ و در باب تعظیم و احترام و محبت ایشاں وصیت فرمود۔ آنگاہ فرمود بخوانید برادر من علی را علی بیامد و بربالیں وے بنشست۔ حضرت سر خود را از بستر برداشت۔ امیر در شیب بغل وے درآمد و سر مبارکش بر بازوئے خویش نہاد۔ آں سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ بقرض گرفتہ بودم زینہار کہ وے را از ذمہ من اداکنی۔ اے علی تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر بمن رسی و بعد از من بسے امور مکروہ بتو خواہد رسید باید کہ تنگدل نہ شوی و طریق مصابرت پیش گیری۔ چوں بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند تو باید آخرت اختیار کنی" کہئیے ہے یہ وصیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور اس وصیت کے بعد علی وصی رسول اللہ ہوئے یا نہیں۔ اب تو اس نعلطے دحشت پیدا نہ ہوگی۔ آخری فقرہ وصیت کا یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب لوگ دنیا کو اختیار کرنے نظر آئیں تو تم دین کو اختیار کرنا۔ اب اس وصیت کو غنیۃ الطالبین کی عبارت سے ملایا جائے۔ تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ عقلمند کو صرف اشارہ کافی ہے۔ طبقات ابن سعد میں علی بن الحسین سے روایت مدرج ہے کہ اُن جناب نے فرمایا کہ جب سرورِ کائنات کی وفات ہوئی تو سر مبارک آغوش حضرت علی ابن ابی طالب میں تھا۔ اور اسی کتاب میں ابو غطفان سے روایت مدرج ہے کہ ابن عباس سے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے جناب رسول خدا کا سر مبارک وقت وفات کس کی آغوش میں تھا۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو آنحضرت کا سر

مبارک علی ابن ابی طالب کے سینہ سے لگا ہوا تھا میں نے کہا عروہ تو کہتا ہے کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے کہ وقت وفات سر مبارک اُن مُنظر کی گود میں تھا۔ ابن عباس نے کہا تم کچھ سمجھے بھی واللہ جب رسول خدا کی وفات ہوئی اُس وقت وہ جناب علی کے سینہ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اور علی ہی نے اُن جناب کو غسل دیا۔ اس مطلب کی تائید ردمتہ الاحباب سے بھی ہوتی ہے۔ کعب الاحبار یہودی زمانۂ خلافت حضرت عمر میں دربار خلافت میں آیا۔ جابر بن عبداللہ انصاری راوی ہیں کہ یہودی نے کہا یا امیرالمومنین آخر کلمہ کہ رسول بدان تکلم فرمود چہ بود عمر گفت از علی ابن ابی طالب بپرس۔ کعب از علی پرسید امیر فرمود۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ" اگر آنحضرت کا سر مبارک حضرت ام المومنین جناب عائشہ کی آغوش میں ہوتا تو جناب خلیفہ صاحب فوراً کہتے جاؤ اور میری بھتیجی عائشہ سے دریافت کرو۔ یا خود دریافت کرتے اور یہودی کو بتا دیتے۔ حضرت امیر علیہ السلام کے پاس بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن حضرت عمر جانتے تھے کہ آخر وقت حضور کی خدمت میں صرف علی تھے۔ جتنی روایات اُوپر ذکر ہوئیں وہ سب ثابت ہوگئیں فالحمد للہ علی ذٰلک۔

شیعہ امامیہ کی کتب میں ہر معصوم کے معجزات بکثرت درج ہیں لیکن ان کا بیان کرنا مقالہ نگار اور اُن کے ہم خیال حضرات کے لئے مفید نہ ہوگا۔ اس لئے ہم صرف اُن ائمہ کے معجزات کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کو مشاہیر علماء اہلسنت نے تسلیم کر کے اپنی کتب سیر و تاریخ میں درج کیا ہے اس سلسلہ میں ہم معتبر کتب اہل سنت سے ایک امام کا دوسرے امام کو وصی مقرر کرنا اور آخر وقت امر امامت سپرد کرنا اور اسرار امامت تعلیم کرنا ضرور درج کریں گے۔ تاکہ اس قسم کے توہمات کا ہمیشہ کے لئے سدباب ہو جائے اور یہ مختصر رسالہ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر سکے۔ حذا کرے غلط فہمیاں دور ہوں اور مسلمانان پاکستان مرکز صدق پر جمع ہو کر اسلام کی کما حقہٗ خدمت

انجام دیں۔ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کا حضور سرور عالم کی زبان سے نامزد ہونا مسلمات اہل اسلام سے ثابت ہو چکا خاتمہ پر ایک نہایت مفصل اور واضح حدیث اور جلیل القدر علمارِ اہلسنت کا اعتراف پیش کرتا ہوں۔ جناب سرورِ کائنات نے صرف وقت وفات ہی امیر المومنین کو وصی مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ جس وقت دعوت عشیرہ کا حکم ہوا تھا اور اپنے کنبہ والوں کو حضرت نے جمع کر کے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تھا اُس وقت یہ ارشاد ہوا تھا یابنی عبدالمطلب انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرہ وقد امرنی اللّٰہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی امری ھذا ویکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم۔ فاحجم القوم عنہا جمیعًا فقلت وانا احدثھم سنا یا نبی اللّٰہ انا وزیرک علیہ۔ قال فاخذ برقبتی فقال ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہٗ واطیعوا۔ فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لعلی وتطیع۔" (ترجمہ) اے اولاد عبدالمطلب میں تمہارے واسطے دونوں جہان کی نیکی لایا ہوں۔ مجھے خالق کائنات نے حکم دیا ہے کہ تم کو اُسکی اطاعت کی طرف دعوت دوں۔ پس تم میں سے کون ہے جو میرے بوجھ کو اُٹھائے۔ اور اس کام میں میرا مددگار رہو اور میرا بھائی۔ وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان بنے۔ ساری قوم نے سکوت اختیار کیا لیکن میں نے جو سب سے کمسن تھا کہا اے خدا کے نبی میں آپ کا وزیر اس کام میں بننا قبول کرتا ہوں (حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں) پس جناب رسول خدا نے میری گردن پر دست مبارک رکھا اور فرمایا بے شک یہ میرا بھائی۔ وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان ہے۔ پس اس کی بات مانو اور اس کے حکم کی تعمیل کرو۔ لوگ ہنستے ہوئے چلے گئے اور ابو طالب سے کہنے لگے سنو تم کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے فرزند کا کہنا مانو اور اس کی اطاعت کرو۔ یہ واقعہ انہی الفاظ کے ساتھ

تفسیر۔ تاریخ وحدیث کی مندرجہ ذیل کتب میں درج ہے۔ اور بہی دوسری کتابوں میں قریب قریب اسی مضمون کی حدیث ملے گی۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر معالم التنزیل بغوی۔ تفسیر خازن بغدادی۔ دلائل النبوۃ بیہقی۔ جمع الجوامع سیوطی۔ کنز العمال علی متقی۔ تاریخ الرسل والملوک طبری۔ تاریخ کامل ابن اثیر جزری۔ تاریخ ابوالفدا وغیرہ جب آیۃ "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی حضور سرور عالم نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے کنبہ والوں کو جمع کریں کچھ کھانا تیار کرائیں یہ سب واقعہ ان کتب محولہ بالا میں بتفصیل درج ہے ہیں نے صرف بہ نظر اختصار حضور کا ارشاد۔ قوم کا طرز عمل لکھا ہے اور حضرت امیر المومنین کا اخی۔ وصی۔ وزیر اور خلیفہ مقرر ہونا ثابت ہو گیا اب نہ کہا جائے کہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ خلافت حضرت علی کا حق تھا۔ اور اُن کے بعد اُن کی اولاد کا۔ یاد رہے کہ دعوت عشیرہ کے موقعہ پر حضرت ابو بکر صدیق ایمان لا چکے تھے۔ قریش کے خاندان سے بھی تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی قریش اس تین سال کی مدت میں ایمان لا چکے ہونگے۔ لیکن آیت کا حکم کہ اپنے عشیرہ کو دعوت اسلام دو۔ اور پیغام رب العزت پہنچا دو اور پھر حضور کا صرف بنی عبد المطلب کو بلانا اور تمام بنی عبد المطلبؑ جو اس جلسے میں موجود تھے صرف حضرت امیر علیہ السلام کا دعوت الٰہی کو لبیک کہنا اور باوجود صغیر السن ہونے کے اخی۔ وصی۔ وزیر اور خلیفہ مقرر کئے جانے کے لئے آمادہ ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔ ابتدا میں اعلان وصایت وخلافت غدیر خم میں اعلان ولایت اور آخر وقت بصیغہ راز گفتگو کرنا اور وصیت فرمانا۔ اگر اس سے خلافت اور امامت ثابت نہیں ہوتی تو پھر اسی نمونہ کی چیز کسی دوسرے بزرگ کے واسطے تلاش کر کے پیش کر دینا بیان نہ اجماع کی ضرورت سمجھی گئی۔ نہ شورلے۔ نہ قہر وغلبہ سے کام لیا گیا۔ حضرت

ابوبکر کی خلافت بہ اجماع صحابہ کے دعویدار حضرت عمر کے اُس بیان پر توجہ فرمائیں جو اُن جناب نے بعد واقعۂ بیعت مجمع انصار میں دیا تھا یہ ابن اثیر جزری۔ مجمع البحار ملا طاہر فتنی اور ملل والنحل میں ہے" قال عمر رضی اللہ عنہ ان بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرھا یعنی بیعت ابوبکر ایک امر ناگہانی تھا خدا نے اُس کے شر سے بچالیا۔ اب اگر اسی کا نام اجماع ہے تو وہ تمام روایات اور بیانات علماء جو سابق میں ذکر کئے جا چکے ہیں اس بیان سے بے معنی ثابت ہو جاتے ہیں۔ اور ترتیب مدارج بہ اعتبار ترتیب خلافت کا دعویٰ زبانی اور بلا سند رہتا ہے۔ حضور سرور عالم کی حدیث تمام مسلمانوں کو تسلیم ہے کہ الائمۃ من قریش" بعض مشاہیر علماء اہلسنت نے قریش میں بنی ہاشم کی تخصیص کی ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے متعلق تاریخ الخلفا میں علامہ سیوطی نے تحریر کیا ہے "ھو اول خلیفۃ من بنی ھاشم" اور شیخ علاء الدین دسویں صدی کے مشہور مورخ نے اپنی کتاب محاضرۃ الاوائل میں لکھا ہے "ھو اول امام من الائمۃ الاثنا عشر من اھل البیت" یعنی حضرت علی علیہ السلام بنی ہاشم کے پہلے خلیفہ۔ اور ائمہ اثنا عشر میں پہلے امام ہیں جو اہلبیت رسول اللہ میں ہوئے۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ بارہ امام اہلبیت رسالتمآب میں سے ہونگے جن کے پہلے حضرت علی علیہ السلام ہیں اور ضمناً وہ سلسلہ امامت تسلیم ہے اور جس کو مشاہیر علماء اہلسنت وصوفیائے کرام تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ صفحات ماقبل میں ثابت ہو چکا۔ یہ بزرگوار اپنے علم وفضل وکمال۔ زہد وتقویٰ۔ ایثار وخدا پرستی کے واسطے مشہور خاص وعام ہیں۔ شجاعت خداداد کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بج رہے ہیں۔ آپ کے جانشین جو سب کے سب امام خلق اور نائب رسول تھے سب معصوم تھے اور اسی علم وفضل وکمال کے مالک تھے اظہار شجاعت کا موقع ہر ایک کو نہ ملا ورنہ دنیا دیکھتی کہ اولاد علی ہر کمال میں اپنے بزرگوں کا

نمونہ ہے۔ کربلا کے میدان میں حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو جو موقعہ ملا تو جس جرأت۔ ہمت۔ صبر۔ ایثار اور شجاعت کا مظاہرہ فرزند رسول نے کیا اُس کی نظیر صفحات تاریخ پر نہیں ہے۔ آج مشرق اور مغرب کے مورخین انگشت حیرت بدنداں ہیں۔ تین دن کی بھوک۔ پیاس۔ اعزا کی جدائی۔ رفقاء اور اصحاب کی آنکھوں کے سامنے شہادت۔ اسیری اہلبیت اور تاراجی خیام کا یقین ان سب کے باوجود جب عصر عاشورہ محرم ۶۱ھ کو تمام اعزا اور اصحاب کے شہید ہونے کے بعد میدان میں تشریف لائے تو ایسا حملہ کیا جس سے دشمن کی فوج سر پر پیر رکھکر بھاگ نکلی۔ یہ یاد رہے کہ واقعہ کربلا کے پرچہ نویس اکثر و بیشتر دشمنان اہلبیت تھے۔ بنی اُمیہ کی ایک ہزار ماہ کی حکومت کے باوجود جس میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور اُن کی اولاد اطیاب کے ساتھ کوئی دقیقہ دُشمنی کا اُٹھا نہ رکھا۔ منبروں پر کلمات ناملائم جب تک خطیب نہ کہتا اس وقت تک وہ حکومت کا وفادار نہ سمجھا جاتا۔ فضائل اہلبیت پر پردہ ڈالا جاتا تھا۔ اور دشمنان اہلبیت کے مناقب میں احادیث تصنیف کی جاتی تھیں۔ اُن کو نشر کرنے پر حکومت کے خزانہ کا مُنہ کھولا جاتا تھا۔ اس سب کے باوجود آج فضائل و مناقب اہلبیت کی احادیث اس کثرت سے موجود ہیں کہ اُن کے مخالفین کی کوئی حیثیت اُن کے مقابل نظر نہیں آتی۔ اگر بنی اُمیہ                اور بنی عباس کی کوششیں اس حد کی نہ ہوتیں تو آج فضائل و مناقب اہل بیت سے دنیا بھر کے کتب خانے بھرے ہوتے تاریخ کامل میں واقعہ کربلا کی تفصیل لکھی ہے۔ جس میں سے نہایت مختصر اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ شجاعت حیدریہ کا وارث سرور عالم کا نور نظر باوجود انتہائے مصائب کے کس ہمت و جرأت و شجاعت کا مالک تھا۔ مورخ لکھتا ہے "نعد الحسین بہا ویل تقرزہ و نکثہ لئلا یسلبہ ..... وحمل الناس عن یمینہ وشمالہ

حمل علی الذین عن یمینہٖ فتفرقوا انزاللہ ماردی مکثورقط قدقتل ولدہٗ واھل بیتہٖ واصحابہ اربط جاشا منہ ولا امضیٰ جباناً منہٗ واللہ کانت الرجالۃ لتنکشف من یمینہ وشمالہ انکشاف المعزی اذا شدفیھا الذئب“ راوی کہتاہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک زیر جامہ طلب کیا۔ پھر اُس کو جابجا سے پارہ پارہ کیا تاکہ (شاید) اُس کو دشمن نہ لوٹیں۔...... دشمنوں نے داہنے اور بائیں جانب سے اُس جناب پر حملہ کرنا شروع کیا۔ اُس جناب نے داہنے بازو پر حملہ کیا۔ اور لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔ پھر بائیں طرف حملہ کیا۔ اور لوگ بھاگے۔ خدا کی قسم ایسا ثابت قدم اور قوی دل انسان چشم فلک نے نہ دیکھا ہوگا۔ جس کے بیٹے اور اہلبیت اور اصحاب قتل ہوگئے ہوں اور جو ہر طرح سے مغلوب ہوچکا ہو۔ واللہ وہ جناب داہنے بائیں طرف حملہ کرتے تھے تو دشمن اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑیئے کے حملہ سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ (تاریخ کامل ابن اثیر) یہ لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعوت عشیرہ میں حضرت ابوبکر کا وجود بھی نہ تھا نہ کوئی ضعیف روایت ہی امام بخاری نے پائی ورنہ درج کی جاتی سقیفہ بنی ساعدہ میں اُن جناب نے حضرت رسول خدا کے ولی اور عشیرہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اسی سپر کی آڑ لیکر انصار کے مقابل دعویٰ پیش کیا تھا لیکن جناب رسول خدا نے جب آیۂ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو اُن کو نہ بُلایا نہ کوئی کام اُن کے سپرد کیا گیا۔ اتنا معلوم ہوگیا کہ جانشین رسول بننے کے لئے ولی اور ذوالعشیرہ ہونے کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے کوئی شخص کہے یہ سب ساحری ہے تو میں ایسے متعصب سُنی کو گواہی میں پیش کرتا ہوں۔ جس کا نام سُن کر ہی اُن کے ہم عقیدہ حضرات تعظیم کو کھڑے ہوجائیں گے۔ اُن کا نام ہے قاضی عبدالرحمٰن بن محمد الحضرمی المالکی۔ اُن کی کتاب کا نام ہے۔ تاریخ ابن خلدون۔ فرماتے ہیں جب سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر مع اپنے ہمخیال مہاجرین کے جن کی تعداد بالکل ہی قلیل تھی پہونچے تو اُن جناب نے ارشاد

فرمایا "فقال ابو بکر نحن اولیاء النبی وعشیرتہ واحق الناس بامرہ" یعنی ہم لوگ رسولخدا کے رفیق اور کنبے والے ہیں اور سب سے زیادہ حقدار خلافت نبوی ہیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ اس بزرگوار نے نہ تو اپنی امامت صلوۃ کا حق جتایا۔ نہ ثانی فی العریش ہونے کی صفت کو طرۂ امتیاز سمجھا اور نہ ثانی فی الغار ہونا مدار فضیلت سمجھا۔ (حالانکہ غار میں ثانی حضرت رسولؐ کو کہا گیا ہے) یہی وہ خصوصیات ہیں جن کو مقام تفاخر میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت خلیفہ اول کی شہادت سے ثابت ہوا کہ خلیفہ رسول کے واسطے ولی رسول اور عشیرہ ہونا لازم ہے۔ تو اس حساب سے حضرت علی علیہ السلام خلیفہ رسول ثابت ہو گئے۔ وہ ولی اللہ بھی تھے اور ولی رسول اللہ بھی تھے۔ صرف عشیرہ میں شمار نہ تھا۔ بلکہ "عشیرۃ الاقربین" میں گل سرسبد ثابت ہو چکے تھے۔ ۱۳۰۰ سو سال کی مدت میں کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی کہ آنحضرت نے صرف اولاد بنی عبدالمطلب کو کیوں بلایا۔ اُن سب لوگوں کو بلانا چاہیئے تھا جو عشیرہ کے تحت میں آتے ہیں۔ بنی عدی۔ بنی تیم اور دوسرے لوگوں کو بلایا ہوتا جو سب قریش میں شمار ہوتے تھے۔ ایسا نہ ہوا اگر دعوت عام ہوتی تو جھگڑا ہی نہ ہوتا۔ خدا کے کام میں بندوں کا دخل نہیں ہے اس نے چاہا تھا کہ ایسے عنوان سے اعلان خلافت و وصایت ہو جائے کہ دنیا کو معلوم رہے کہ خلیفہ رسول صرف بنی ہاشم میں سے ہو گا اور وہ صرف علی اور اُن کی اولاد ہو گی۔ یہ احادیث مسلمہ اہلسنت سے ثابت ہو چکا اب بھی "گر نہ بیند بروز شپرہ چشم۔ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ میں ہوئی۔ ملا محمد مبین فرنگی محلی لکھنوی نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔ ہم اس جگہ صرف مزید اقتباس درج کرتے ہیں "امام حسنؑ بعد وفات پدر خود علی مرتضیٰ بوصیت آنحضرت بر سریر خلافت نشستند" اس بیان سے معاویہ صاحب کی خلافت مزعومہ جو ملا علی قاری نے

شرح فقہ اکبر میں درج کی ہے غائب ہوگئی۔ کیونکہ معاویہ نہ اجماع سے خلیفہ بنایا گیا نہ خلیفہ سابق نے اس کو نامزد کیا تھا نہ اُس کے واسطے منتخب کمیٹی ارباب شوریٰ کی منعقد کی گئی تھی۔ علامہ ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں لکھا ہے" قال هيثم بن عدى حدثنى غير واحد ممن ادركت من المشائخ ان عليا لصار الامر الى الحسن" ہیثم بن عدی نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے کئی بزرگوں نے بیان کیا کہ حضرت علی نے امر خلافت امام حسنؑ کے سپرد کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے" قال علی علیه السلام للحسن اوصیک ای بنی بتقوی الله واقام الصلوٰة لوقتها۔ وایتاء الزکوٰة عند محلها وحسن الوضوء فانه لا صلوٰة الا بطهور۔ ثم کتب وصیته ولم ینطق الا بلا الٰه الا الله حتی مات رضی الله عنه" علی علیہ السلام نے اپنے فرزند سے (آخر وقت) ارشاد فرمایا اے بیٹا میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ نماز کو وقت پر ادا کرنا اور زکوٰۃ کو اُس کے محل پر ادا کرنا اور وضو کرنا حسن وخوبی کرنا کیونکہ نماز بغیر طہارت کے نہیں ہوتی۔..... اس کے بعد وصیت تحریر فرمائی اور وقت وفات تک سوائے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ اور کچھ نہ کہا بخوف طوالت ساری عبارت ترک کردی۔ صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنا وصی امام حسنؑ علیہ السلام کو قرار دیا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد منبر پر خطبہ پڑھا تاریخ کامل ابن اثیر ملاحظہ ہو۔ لما قتل علی علیه السلام قام ابنه الحسن خطیبا فقال لقد قتلتم اللیلة رجلا فی لیلة انزل فیه القرآن وفیها رفع عیسٰی وفیها قتل یوشع بن نون والله ما سبقه احد کان قبله ولا یدرکه احد یکون بعده والله ان کان رسول الله یبعثه فی السریة وجبرئیل عن یمینه ومیکائیل عن یساره" حضرت امیر علیہ السلام

شہید ہو گئے امام حسن علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور فرمایا ایھا الناس! تم نے اس رات میں جس میں قرآن نازل ہوا تھا عیسیٰ مرفوع کئے گئے۔ یوشع بن نون شہید کئے گئے اُس شخص کو قتل کیا ہے جس کا نظیر اولین وآخرین میں نہ تھا۔ خدا کی قسم جب جناب رسول خدا اُس جناب کو کسی مہم پر بھیجتے تھے تو اُس جناب کے داہنے بازو پر جبرئیل اور بائیں پر میکائیل ہوتے تھے۔ مروج الذہب میں علامہ مسعودی نے یہ بھی تحریر کیا ہے ان امرأتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس الکندی سقتہ السم وقد کان معاویہ دس الیھا انک ان احتلت فی قتل الحسن وجھت الیک بمائۃ الف درھم وزوجتک یزید" حضرت امام حسن کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کندی نے اُن جناب کو معاویہ کی تحریک پر زہر دیا تھا جس نے ایک لاکھ درہم دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر تو نے حسن بن علی کو قتل کر دیا تو تیرا عقد یزید کے ساتھ کر دوں گا۔ روضۃ الاحباب میں صلح معاویہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ جب چند سال گذر گئے معاویہ نے یزید کو ولیعہد بنانا چاہا مگر اندیشہ تھا کہ امام حسن کی موجودگی میں یہ کام ہونا مشکل ہے" لاجرم در دفع آنحضرت کوشید" تو اُس نے کوشش کی کہ اُن جناب کے وجود سے دنیا کو خالی کر دے۔ اس صلح سے ہمارے مقالہ نگار نے غالباً یہ نتیجہ نکالا ہوگا کہ ظالم کے ظلم اور خود امام کے تقیہ سے امام خارج از امامت ہو جاتا ہے تو ناظرین کے اطمینان کے واسطے سرآمد مورخین کمال الدین محمد بن عیسی الدمیری اور ابن اثیر جزری کو پیش کرتے ہیں۔ جن دونوں کے متعلق کشف الظنون میں اُنکے فضل وکمال اور تدین کا تذکرہ ہے دونوں نے ایک ہی لب ولہجہ میں تحریر فرمایا ہے کان قد اوصی الی اخیہ الحسین" امام حسن علیہ السلام نے اپنا وصی اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو مقرر کیا۔ حبیب السیر میں تحریر ہے" امام حسین رضی اللہ عنہ حسین رابیت

کردہ امر امامت بہ آنحضرت تفویض نمود" غالباً مندرجۂ بالا حوالہ جات سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ صلح کرنے سے یہ مطلب نہیں نکل سکتا کہ امام حسن امامت سے دست بردار ہو گئے تھے یا ظالم نے ظلم سے اُن سے چھین لی تھی بلکہ جیسا سابق میں ذکر ہو چکا لوگوں کے انکار امامت سے نہ امام کو ضرر پہونچتا ہے نہ عہدۂ امامت میں فرق آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور سرور عالم کی نصرت اہل مکہ نے ایام مکہ میں بہت کم کی اس سے نبوت کو کوئی ضرر نہ پہونچا۔ حضرت علی علیہ السلام کو بعد رسول خدا اکثر نے تسلیم نہ کیا۔ اس سے اُن کی امامت کو کوئی گزند نہ پہونچا۔ حضرت امام حسنؑ کے بعد امام حسین علیہ السلام ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ تک دنیا میں رہے اس جگہ واقعہ کربلا بیان کرنا نہیں ہے لیکن روضۃ الشہداء کی عبارت سے مختصراً اقتباس اس موقعہ پر نقل کیا جاتا ہے تاکہ سمجھ میں آ جائے۔ حبیب السیر روضۃ الصفا کے بموجب امام علی بن الحسین علیہما السلام کا سن اُس وقت ۲۳ سال کا تھا "چوں زین العابدین پدر را تنہا دید از خیمہ بیروں دوید و نیزہ بر داشت و خواست کہ بہ مصاف رود امام از غایت رنجوری و بیماری کہ متواتر می کشید و از ضعف بے نہایت و ناتوانی بے غایت بدن مبارکش می لرزید با چنیں حالے روئے بہ میدان نہاد و چوں چشم امام حسین علیہ السلام بروے اُفتاد دید کہ بہ مصاف می رود در عقبش بہ تعجیل روانہ گشت و گفت اللہ اللہ اے جان پدر باز گرد و بحرب شتابی مکن پس دست او بگرفت و در خیمہ باز آورد و پیش خود بنشاند و گفت اے پسر من از جد و پدر و مادر خود شنیدہ ام کہ نسل من از تو باقی باشد تو پدر ائمہ و اہلبیت خواہی بود و نسل تو تا قیامت منقطع نخواہد گشت۔ اکنون من ترا وصی خود کردہ بر سر اہلبیت می گذارم و عورات و امانتے کہ از جد و پدر بمن رسیدہ است بہ تو می سپارم۔" اس حوالہ سے امام زین العابدینؑ کا وصی امام حسین علیہ السلام ہونا

ثابت ہوا۔ جناب رسول خدا اور جناب امیر کی امانتیں بھی امام حسین نے اپنی وصی علی زین العابدین علیہ السلام کے سپرد کیں۔ مندرجۂ بالا میں خط کشیدہ عبارت و الفاظ قابل غور ہیں۔ امام زین العابدینؑ پدر ائمہ اہلبیت بعد امام حسین علیہ السّلام ہیں۔ اُن کی نسل تا قیامت باقی رہے گی۔ وہ وصی امام حسینؑ تھے اور حضرت رسول خدا اور امیر المومنین علیہ السلام کی امانتوں کے امانتدار تھے۔
اس کے علاوہ روضۃ الاحباب میں یہ بھی درج ہے "پس بہ علوم کہ غیر از ائمہ اہلبیت کسے را بداں اطلاع نیست بدو سپرد بہ تقویٰ و طلب رضائے مولیٰ وصیت کرد۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ ہدیٰ کو بعض ایسی باتوں کا علم ہوتا ہے جو عام لوگوں کو نصیب نہیں۔ اسی کو علم غیب کہتے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السّلام کے واسطے اُن کے جد امجد جناب سرور کائنات اور جناب امیر علیہ السلام نے وصیت امامت فرمائی تھی۔ صاحب روضۃ الاحباب کے متعلق حدائق الحنفیہ میں جو اہلسنت کی مستند کتاب ہے درج ہے "جمال الدین عطاء اللہ صاحب روضۃ الاحباب۔ آپ اعاظم اولاد امجاد حضرت خیر الانام سے ہیں۔ جملہ اقسام علوم دینیہ اور اصناف فنون یقینیہ خصوصاً علم سیر و حدیث میں بے عدیل اور عدیم المثال تھے۔ کشاف اسرار تنزیل اور حلال معضلات موافق تاویل تھے۔ آپ کی تصنیفات سے روضۃ الاحباب فی سیر النبی والآل والاصحاب ایسی عمدہ اور معتبر اور مشہور آفاق ہے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ ہمارے لائق مقالہ نویس کو چاہیئے کہ جب کبھی آئندہ لکھنے کی زحمت کریں تو حوالہ جات اس نمونہ سے پیش کریں ورنہ ان کی تحریر ہرگز مقابل خصم کوئی وقعت نہ رکھے گی۔ اُن کو یہ مطلق خیال نہ آیا کہ غنیۃ الطالبین سے فرقہ امامیہ کو کیا تعلق ہے۔ اُس کی عبارت امامیہ کے مقابل کب حجت قرار پاسکے گی۔ پھر غنیہ کے ساتھ کافی کا جوڑ یہ اُن ہی کی ہمت تھی حسب بیان صاحب حبیب السیر امام زین العابدین علیہ السلام نے ۹۵ھ

میں وفات پائی۔" در محرم سنہ خمس وتسعین بہ بہشت بریں خرامید۔" اور ابن حجر مکی نے لکھا ہے "زمنہ الولید بن عبد الملک" ملا جامی نے شواہد النبوۃ میں لکھا ہے۔" در شبے کہ وفات میکرد از فرزند خود محمد باقر گفت ۔ اے فرزند امشب وعدہ من رسیدہ است ۔ وو ے را وصیت کرد۔" مشاہیر علمائے اہلسنت نے تسلیم کیا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام (مثل اپنے آبا ر طاہرین) اپنے علم وفضل کے باعث اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے اشرف وافضل تھے اور اُن کا لقب باقر اسی وجہ سے ہوا۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں درج ہے وکان سید بنی ہاشم فی زمانہ اشتہر بالباقر من قولھم بقر العلم یعنی شقہ فعلم اصلہ وخفیہ" آپ کا لقب باقر آپ کے کمال علم کے باعث تھا اور آپ اپنے زمانہ کے بنی ہاشم کے سردار تھے ۔ ابو الفدا نے لکھا ہے کہ ۱۱۶ھ میں امام محمد باقر علیہ السلام نے وفات پائی اور ابن حجر مکی نے سبب وفات لکھا ہے" توفی مسموما کابیہ" کہ اپنے پدر بزرگوار کی طرح زہر سے شہید کئے گئے ۔ اور اُن کے بعد آپ کے ۶ فرزند باقی رہے جن میں سب سے افضل واکمل حضرت جعفر صادق علیہ السلام تھے ۔ وکان خلیفتہ ووصیہ اور وہ جناب اپنے پدر بزرگوار کے خلیفہ اور وصی تھے ۔ امام ابو حنیفہ کا ارشاد تذکرہ حفاظ میں آج محفوظ ہے ۔" قال ما رایت افقہ من جعفر بن محمد" وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے بہتر علم فقہ کا جاننے والا نہیں دیکھا ۱۴۸ھ میں اُن جناب کی وفات ہوئی (تاریخ ابن الوردی) اور سبب وفات زہر تھا ۔ (الصواعق المحرقہ) آپکے فرزند ہوئے محمد ۔ اسمعیل ۔ عبداللہ ۔ موسی (الکاظم) اور علی ۔ (تاریخ خمیس) روضۃ الاحباب میں درج ہے" امام موسی بن جعفر الکاظم از روئے قدر ومنزلت بزرگ ترین اہل عالم بود وامر امامت بعد از پدر بموجب نص آنحضرت بوی انتقال نمود" ابن حجر مکی

نے اس بزرگوار کے متعلق تحریر کیا ہے وھو وارثہ علماً و معرفۃً و کمالاً و فضلاً سمی الکاظم لکثرۃ تجاوزہٖ وحلمہ کان معروفاً عند اھل العراق بباب قضاء الحوائج عند اللہ وکان اعبد اھل زمانہ و اعلمھم و اسخاھم" اپنے پدر بزرگوار کے علم و معرفت و کمال و فضل کے وارث تھے۔ امر امامت اُن جناب کو بموجب نص پدر بزرگوار خود منتقل ہوا۔ ابوالفدا نے اس مقدس ہستی کے حالات کے سلسلہ میں لکھا ہے توفی موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد باقر .. ابن علی ابن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیھم السلام ببغداد فی حبس الرشید" ۱۸۳ھ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون رشید کی قید میں بغداد میں انتقال فرماگئے۔ سبب وفات تاریخ خمیس میں یوں لکھا ہے" ان یحییٰ بن خالد البرمکی سمہ فی رطب بامرھارون الرشید یحییٰ برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے رطب میں رکھکر زہر دیدیا۔ اخبار الخلفا میں تحریر ہے" وکان وفاتہ ببغداد یوم الجمعۃ لخمس بقین من رجب سنۃ ثلاث وثمانین ومأۃ مسموماً مظلوماً علی الصحیح من الاخبار" ۲۵ رجب ۱۸۳ھ بغداد میں زہر سے شہید کئے گئے۔ آپ کی اولاد اطیاب ہیں سے جن کی تعداد ۳۷ درج ہے ابن حجر مکی نے لکھا ہے "منھم علی الرضا و ھو اجلھم قدراً" حضرت علی رضا سب سے زیادہ جلالت قدر کے مالک تھے۔ اور حبیب السیر میں لکھا ہے۔ اشرف اولاد امام موسیٰ بلکہ اشرف جمیع برایا علی بن موسیٰ الرضا بود۔ صرف امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں اشرف نہ تھے بلکہ تمام عالم میں اُن کا نظیر نہ تھا۔ ملا محمد مبین لکھنوی نے تحریر فرمایا ہے" آنحضرت را از آباؤ اجداد علم ماکان ومایکون بوراثت رسیدہ" اُن جناب کو علم ماکان ومایکون جسے علم غیب ہی کہا جا سکتا ہے اپنے آباؤ اجداد سے وراثۃً پہونچا تھا اُس بزرگوار کو بھی۔ بامارمیں زہر دیاگیا۔

اور ۲۰۳ھ میں شہر طوس میں شہید ہوئے۔ مورخین نے اُن جناب کے فرزندوں کی تعداد درج کی ہے۔ صاحب الصواعق المحرقہ نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ مفصل تحریر کیا ہے۔

"قال واجلهم محمد الجواد وما اتفق انه بعد موت ابيه بسنة واقف والصبيان يلعبون فی ازقة بغداد۔ اذ مر المامون۔ ففروا۔ ووقف محمد وعمره تسع سنين ...... فقال یا غلام ما منعک من الانصراف۔ فقال له مسرعا یا امیر المومنین لم یکن بالطریق ضیق فاوسعه لك۔ ولیس لی جرم فاخشاك۔ والظن بك حسن انك لا تضر من لا ذنب له فاعجبه کلامه وحسن صورته فقال له ما اسمك واسم ابیك فقال محمد بن علی الرضا...... وکان معه بزاة للصید فلما بعد عن العمار ارسل بازا علی دراجة فغاب عنه ثم عاد من الجو فی منقاره سمكة صغيرة وبها بقاء الحياة۔ فتعجب من ذلك غاية العجب ورأى الصبيان على حالهم ومحمد عندهم ففروا الا محمدا فدنا منه وقال ما فی یدی فقال یا امیر المومنین ان الله تعالی خلق فی بحر قدرته سمكا صغارا یصیدها بازات الملوک فیختبر بها سلالة اهل بیت المصطفی فقال له المامون انت ابن الرضا حقا واخذه معه واحسن الیه وبالغ فی اکرامه ثم زوج بنته ام الفضل (ترجمہ) ابن حجر نے الصواعق المحرقہ میں لکھا ہے۔ اولاد حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام میں سب سے زیادہ قدر ومنزلت کے مالک امام محمد تقی الجواد تھے اپنے والد کی وفات کے ایک سال بعد ایک دن بغداد کی گلیوں میں سے ایک گلی میں بچوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ مامون رشید کی سواری آئی سب بچے ڈر کر بھاگ گئے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کھڑے رہے۔ مامون آپکے قریب آیا اور پوچھا صاحبزادے تم کیوں نہ بھاگ گئے۔ فرمایا راستہ تنگ نہ تھا کہ میں اس کو وسیع کرتا میں مجرم نہ تھا کہ ڈرتا امیر المومنین

کی جانب سے مجھے حسن ظن ہے کہ ملا دہ کسی کو اذیت نہ پہونچائیں گے۔ پھر میں کیوں بھاگتا۔ مامون متعجب ہوا پوچھا آپ کا نام کیا ہے اور کس کے فرزند ہو۔ فرمایا میں علی الرضا کا فرزند محمد ہوں وہ چلا گیا جب بیرون شہر پہونچا۔ ایک شکاری باز کو تیتر پر چھوڑا باز آنکھ سے اوجھل ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد اپنی منقار میں ایک چھوٹی مچھلی لے کر آیا جو زندہ تھی مامون کو تعجب ہوا۔ مچھلی ہاتھ میں لئے پھر اُسی جگہ سے گزرا جہاں لڑکے کھیل رہے تھے سب لڑکے بھاگ گئے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کھڑے رہے۔ مامون رشید نے پوچھا۔ صاحبزادے بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے امام علیہ السلام نے جواب دیا خداوند عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے دریا خلق کئے ہیں جن میں چھوٹی مچھلیاں ہیں۔ بادشاہوں کے باز اُن کا شکار کرتے ہیں اور رسول زادوں کا امتحان لیا جاتا ہے۔ مامون نے کہا بے شک آپ علی رضا کے فرزند ہیں۔ اُن جناب کو ہمراہ لیا اور حد درجہ خاطر مدارات کی۔ ..... بعد کو اپنی بیٹی اُم الفضل کا عقد اُن سے کر دیا۔ اس حوالے سے چند باتیں ثابت ہوئیں ابن حجر نے امام باقر علیہ السلام کے علم غیب (ذخیرہ) کا اقرار کیا مامون رشید نے اُن جناب کو امام علی بن موسی الرضا کا حقیقی جانشین تسلیم کیا۔ پس اس کو دیدہ دل سے دیکھو اور سوچو۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ۲۵ سال کے سن میں انتقال فرمایا۔ معتصم باللہ خلیفہ نے ۹ محرم ۲۲۵ھ کو زہر دغا سے شہید کیا۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی۔ اہلحدیث نے اپنی کتاب فرع نامی میں لکھا ہے "معتصم عباسی اورا بہ زہر کشت واو در روضۂ جد خود موسی کاظم مدفون گردید" صواعق محرقہ اور دوسری تاریخوں میں یہی مضمون ملیگا۔ روضۃ الاحباب میں آپ کی اولاد کے متعلق درج ہے "وے را دو پسر و دو دختر گذاشت" اور ابن حجر و دیگر علماء مورخین نے تسلیم کیا ہے "اجل هم علی النقی ..... کان وارث ابیه علماً

وقیل انہ مات مسموماً اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے متعلق ابو الفدا روضۃ الاحباب اور دوسری کتابوں میں درج ہے کہ ۲۵۴ھ بمقام سرمن رأ زہر دغا سے معتز باللہ کے زمانہ میں شہید ہوئے۔ اور اسی مقام پر دفن ہوئے اُن کے فرزندوں میں سب سے اجل وافضل حضرت حسن عسکری علیہ السلام تھے۔ ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ میں لکھا ہے۔ اجلہم ابو محمد الحسن الخالص ولد سنۃ اثنتین وثلاثین ومائتین ووقع للبہلول معہ انہ راٰہ یبکی والصبیان یلعبون فظن انہ یتحسر علی ما فی ایدیہم فقال اشتری لک ما تلعب بہ فقال یا قلیل العقل ..... للعب خلقنا فقال لہ فلماذا خلقنا قال للعلم والعبادۃ فقال لہ من این ذلک قال من قول اللہ عز وجل افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون (المومنون - ۱۱۷) اُن میں سب سے زیادہ جلیل القدر ابو محمد حسن الخالص تھے۔ جو ۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ایک روز بہلول کا گذر ایک راہ سے ہوا جہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے اور حضرت حسن عسکری کھڑے رو رہے تھے۔ بہلول نے خیال کیا کہ بچوں کے پاس کھیل کا سامان ہے ان کے پاس کچھ نہیں ہے شاید اس صدمہ سے رو رہے ہیں کہنے لگے صاحبزادے روتے کیوں ہو میں آپ کو کھیلنے کا سامان لئے دیتا ہوں۔ فرمایا اے قلیل العقل ہم کھیلنے کے واسطے پیدا نہیں کئے گئے ہیں بہلول نے پوچھا پھر کس واسطے پیدا ہوئے ہیں آپ نے جواب دیا ہم علم اور عبادت کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں۔ اُس نے کہا یہ آپ نے کیسے فرمایا۔ جواب دیا خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور کیا تم ہماری طرف لوٹ کر نہ آؤ گے۔

وفیات الاعیان میں ابن خلکان نے تحریر کیا ہے کانت ولادۃ ابی القاسم

محمد بن الحسن العسکری بن علی الہادی ۔۔ بن محمد الجواد ۔ یوم الجمعۃ منتصف شعبان سنہ خمس و خمسین و مائتین[۸] حضرت ولی عصر، ابو القاسم محمد بن حسن العسکری بن علی بن محمد الجواد ۔ جمعہ کے دن نیمہ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔ ہمارے کرمفرما مقالہ نگار دل کی آنکھ سے دیکھیں یہی وہ آخری جانشین حضرت رسالت مآب بارہویں امام ہیں ۔ جن کا اسم گرامی محمد اور کنیت ابو القاسم ہے ۔ صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے "تولد آں دردرج ولایت بقول اکثر روایت در نصف شعبان ۲۵۵ھ در سامرہ اتفاق افتاد ۔ چوں متولد شد ناف زدہ بود و ختنہ کردہ بر ذراع ایمن او نوشتہ بود ۔ جاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا" (بنی اسرائیل ۔ ۸۰) ترجمہ ۔ اُس دریگانہ بحر ولایت کی ولادت باسعادت اکثر روایات کی بنا پر نیمہ شعبان ۲۵۵ھ کو ہوئی ۔ جب وہ جناب پیدا ہوئے ناف بُریدہ اور ختنہ شدہ تھے ۔ سیدھے شانہ پر اُس ولی خدا کے لکھا ہوا تھا "حق آیا اور باطل نابود ہوگیا ۔ درحقیقت باطل تو نابود ہونے والا ہی ہے" ولی خدا اس نمونہ کے ہوتے ہیں ۔ حضرت امام حسن عسکری کے زمانہ کا ایک واقعہ الصواعق المحرقہ میں درج ہے جس کا خلاصہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے ۔ بخوف طوالت اصل عبارت درج نہیں ہے "لما قحط الناس بسر من رأی" سے شروع ہوکر ۔ ۔ ۔ ۔ "وزالت الشبہۃ عن الناس ورجع الحسن الی دارہ" پر واقعہ ختم ہوتا ہے ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے ۔ ایک سال سر من رای میں خلیفہ معتمد باللہ کے زمانہ میں شدید قحط پڑا ۔ لوگ طلب باران کی دُعا کے واسطے شہر سے باہر آگئے تین دن تک دعائیں کیں بارش نہ آئی ۔ اس کے بعد نصاریٰ میدان میں آئے ۔ اُن کے ہمراہ ایک راہب تھا جس وقت وہ آسمان کی طرف دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھاتا تھا ۔ فوراً بادل نمودار ہوتا تھا ۔ بارش ہوتی تھی ۔ دوسرے

دن بھی اُس نے ایسا ہی کیا لوگ پریشان ہوئے بعض جہال شک میں پڑ گئے ۔ اور کچھ مرتد ہو گئے ۔ خلیفہ کو جب اطلاع ہوئی وہ بھی بے حد مشوش ہوا۔ اُس نے (بدرجہ مجبوری) حکم دیا کہ حضرت حسن الخالص کو بلایا جائے ۔ جب امام تشریف لائے خلیفہ نے عرض کیا اپنے جد امجد کی اُمت پر رحم کی نظر فرمائیے ۔ اور ان کی مدد کیجئے قبل اس کے کہ وہ ہلاک ہو جائیں امام علیہ السلام نے فرمایا کل سب لوگ شہر کے باہر آئیں میں بھی آؤں گا۔ جس وقت سب لوگ جمع ہوئے اور راہب نصرانی نے دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے آسمان پر بادل چھا گئے ۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے حکم دیا راہب کے ہاتھ پکڑ لو ۔ اب جو دیکھا تو ہاتھوں میں ایک ہڈی تھی ۔ وہ اس کے ہاتھ سے لی گئی ۔ پھر اُس سے کہا گیا اب دُعا کے لئے ہاتھ بلند کرو ۔ اُس نے ہاتھ اُٹھائے دُعا مانگی لیکن بادل غائب ہو گئے ۔ سورج نکل آیا ۔ لوگوں کو تعجب ہوا ۔ خلیفہ نے پوچھا اے ابو محمد یہ کیا ماجرا ہے ۔ فرمایا راہب کے ہاتھ میں ایک پیغمبر کی ہڈی تھی ۔ جب وہ اُس کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتا تھا دریائے رحمت الٰہی کو جوش آتا تھا ۔ عوام کا شبہ دُور ہو گیا اور سب لوگ واپس ہوئے ۔ امام علیہ السلام بھی دولت سرا کو تشریف لے گئے ۔ اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کا بنایا ہوا خلیفہ امور غیب سے واقف نہ تھا ۔ خدا کا بنایا ہوا خلیفہ امور غیب سے بھی واقف ہوتا ہے اور صاحب معجزہ ہوتا ہے ۔ جب یہ واقعہ ہوا اُس وقت حضرت ولی العصر محمد مہدی عجل اللہ فرجہ پیدا ہو چکے تھے ۔ ورنہ وہ حضرت حسن عسکری کو ابو محمد کہہ کر مخاطب نہ کرتا ۔ سنہ ۲۶۰ھ میں اس ولی خدا کی وفات سرمن رای میں ہوئی اور تمام صاحبان تاریخ کو اس سے اتفاق ہے ۔ الصواعق المحرقہ میں درج ہے "مات بسر من رای ودفن عند ابیه وعمرہ ثمانية وعشرون ويقال انه سُمّ ولم يخلف غير ولده"

ابی القاسم محمد الحجۃ وعمرہ عند وفاتہ خمس سنین لکن اٰتاہ اللہ الحکمۃ قیل انہ ستر وغاب ...... وقول الرافضۃ فیہ انہ المہدی" ابن حجر نے تسلیم کیاہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو زہر دیا گیا ۲۸ سال کے سن میں وفات ہوئی۔ اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں سر من رای میں دفن ہوئے۔ صرف ایک فرزند اُن جناب کے تھے جن کا سن اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت صرف پانچ سال تھا۔ لیکن خداوند عالم نے اُن کو زیور علم وحکمت سے آراستہ کیا تھا۔ وہ پوشیدہ ہوگئے اور غائب ہیں۔ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ رافضہ کا قول ہے کہ وہی المہدی ہیں۔ حضرت ولی کے غائب ہونے کو تسلیم کرنے کے بعد اُن کے مہدی ہونے کو رافضہ کا قول بیان کیاہے ہم نہ رافضی ہونے کے مدعی نہ رفض ہمارا عقیدہ ہے۔ صفحات ماقبل میں زبردست حوالہ جات سے ثابت کر دیا گیا کہ سواد اعظم کا عقیدہ ہے کہ حضرت رسول پاک کے بارھویں خلیفہ حضرت محمد بن الحسن العسکری المہدی ہیں۔ یہ محمد بن حسین نہیں ہیں جو اصول کافی پر اتہام کرکے مقالہ نگار نے لکھا تھا۔ اب صرف سوال یہ ہے کہ وہ موجود ہیں اور اُن کا انتظار کیا جائے اس کے ثبوت میں پہلے ہم شیخ عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر کو پیش کرتے ہیں۔ جن کی جلالت قدر سواد اعظم کے نزدیک مسلم ہے" قال وھو باقی الی ان یجتمع بعیسیٰ بن مریم علیہما السلام فیکون عمرہ الی وقتنا ھذا (وھو سنۃ ثمان و خمسین وتسع مائۃ) سبع مائۃ سنۃ وست وستین"۔ فرماتے ہیں وہ جناب حضرت محمد المہدی باقی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت نزول فرمائیں گے تو اُن سے ملاقات کریں گے اس وقت ہمارے زمانہ یعنی ۹۵۸ھ میں اُن جناب کا سن مبارک ۷۶۶ سال کے قریب ہے تمام مورخین کا متفقہ بیان ہے کہ یہ وہی بزرگوار ہیں جن کو شیعہ

المہدی مانتے ہیں۔

اس طول حیات سے گھبرا نہ جانا۔ مسلمانان عالم خضر و الیاس و عیسیٰ علیہم السلام کی حیات ابدی کے قائل ہیں جب یہ بزرگ ہستیاں عرصہ دراز سے موجود زندہ۔ اور حکم خدا کے مطابق عمل کر رہی ہیں تو پھر حضرت ولی عصر علیہ السلام کے طول حیاۃ اور وجود سے انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔ قصہ اصحاب کہف قرآن مجید میں مفصل موجود ہے مدت دراز کے بعد خواب سے بیدار ہوئے۔ اور یہ سمجھے کہ چند گھنٹے ہی سوئے ہیں۔ سورہ بقرکی ۲۶۱ نمبر کی آیت میں جس شخص کا ذکر ہے وہ سو سال کے بعد جب آنکھ کھولتا ہے تو کھانا تازہ تھا۔ گدھا زندہ تھا۔ آخر الذکر واقعہ مرنے کے بعد رجعت کو بھی ثابت کرتا ہے رجعت کا مسئلہ استہزا کرنے کے لائق نہیں ہے۔ قرآن مجید کھول کر دل کی آنکھوں سے دیکھو تو سمجھ میں آ جائے گا کہ امامیہ کا عقیدہ رجعت کے متعلق قرآن و حدیث کے مطابق ہے ارشاد باری ہے "او کالذی مر علی قریۃ وھو خاویۃ علی عروشھا قال انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مأۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مأۃ عام وانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ وانظر الی حمارک ولنجعلک ایۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما۔ فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر (البقرہ ۲۶۱) یا اس شخص کے مانند جو ایک قریہ کی طرف سے گذرا دیکھا سارا قریہ تباہ شدہ ہے چھتیں زمین دوز تھیں (اپنے دل میں) کہا خداوند عالم اس قریہ کے لوگوں کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کریگا (اس خیال کا دل میں پیدا ہونا تھا) فورًا خداوند عالم نے اس پر موت طاری کی۔ اور سو سال تک وہ مردہ رہا۔ پھر اس کو زندہ کیا

اٹھایا۔ پھر اس سے پوچھا کتنی دیر (اس جگہ) ٹھہرے کہنے لگے ایک دن یا اس کا کچھ حصہ یہاں ٹھہرا ہوں گا۔ ارشاد باری ہوا نہیں بلکہ تو اس حالت میں اس جگہ سو سال تک پڑا رہا۔ اب اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ (اتنی مدت گذرنے پر بھی) خراب نہیں ہوا ہے۔ اور اپنے گدھے کو دیکھ (بغیر آب و گیاہ اتنے عرصہ تک رہا اور پھر زندہ ہو گیا یہ سب اس لئے ہم نے کیا ہے) کہ لوگ تجھے دیکھکر ہماری قدرت کاملہ کے قائل ہوں اور ہڈیوں کو دیکھ بوسیدہ ہو جانے کے بعد ہم ان کو پھر کس طرح گوشت کا لباس پہنا دیتے ہیں۔ جب اس نے قدرت خداوندی کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگا اب میری سمجھ میں آگیا کہ خداوند عالم ہر شے پر قادر ہے۔ بنی اسرائیل میں مردوں کے زندہ ہونے کے متعدد واقعات قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اسی کو رجعت کہتے حضرت عیسیٰ حکم خدا سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ کی قوم میں بھی ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ اس سے قبل مندرجۂ ذیل باتیں ثابت ہو چکیں شیعہ امامیہ وہ گروہ ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت اور اولاد حضرت امیرالمومنین و جناب سیدہ نسار عالمیان کو دوست رکھتا ہے۔ اُس گروہ کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم خالق کائنات قادر مطلق علیم و خبیر ہے۔ کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں وہ قبل وجود اشیار بھی ویسا ہی علم اُن کے متعلق رکھتا تھا۔ جیسا ان اشیار کے وجود میں آنے کے بعد۔ اس کی ذات صفات کمالیہ کی دارا۔ ہر نقص سے بری ہے۔ ہدایت خلق کے واسطے اُس نے ہر زمانہ میں انبیار و مرسلین بھیجے جو سب کے سب معصوم تھے۔ منکرین کو وقت ضرورت معجزہ دکھایا۔ سب انبیا کے سردار اور خاتم ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اُن کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ یہ سلسلہ انبیار کی آخری کڑی تھے۔ اُن کے بعد ہدایت خلق کا تعلق ان کے حقیقی جانشینوں سے متعلق رہا اور

ہے۔ ان کی تعداد بارہ خود حضور نے بصراحت بتائی۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ قریش اور سب کے سب بنی ہاشم میں سے ہونگے۔ اول ان کے حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے اور آخر ان کے حضرت ابوالقاسم۔ محمد۔ المہدی المنتظر ہیں وہ سب معصوم اور صاحب معجزہ تھے۔ اپنے تمام اہل زمانہ سے اُن میں کا ہر ایک اعلم۔ افضل۔ اور اشرف تھا۔ بارہویں جانشین ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد بزرگوار امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی عرصہ تک لوگوں کی نگاہوں کے سامنے رہے پھر بحکم خدا انظار عالم سے پوشیدہ ہو گئے۔ آج اسی زمین پر کسی محفوظ مقام پر تشریف فرما ہیں اور جب وقت حکم خدا ہو گا ظاہر ہونگے۔ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ظلم کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ خداوند عالم عادل ہے۔ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ بندوں کو اپنے افعال و اقوال میں مختار بنایا ہے۔ غلط روی پر تنبیہ کی ہے۔ قانون پر چلانے والے انبیاء اور مرسلین بھیجے۔ جنہوں نے خود احکام الٰہی کی پیروی کی لوگوں کو پیروی کرنا بتایا اور سکھایا۔ ائمہ ہدیٰ سب کے سب قرآن مجید کے بہترین عالم تعلیم سرور عالم کا نمونہ کامل تھے۔ انبیاء سلف کے زمانہ میں بھی کبھی کبھی اظہار قدرت کے لئے خالق کائنات نے مردوں کو زندہ کر کے اہل عالم کو سمجھا دیا کہ قادر مطلق کے یہ قدرت ہیں مردوں کو زندہ کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ اُن کو نیستی سے ہستی میں لانا۔ قیامت کے دن تمام مخلوق کو اچھے اور برے اعمال کی جزا اور سزا ملے گی۔ یہی عقیدہ انسان کو نیکی کا عامل بننے اور بدی سے دور رہنے کے واسطے کافی ہے۔ اسی دنیا میں مردوں کو زندہ کرنا قرآن مجید میں درج ہے۔ احادیث سرور عالم میں بھی موجود ہے۔ ان تمام چیزوں پر عقیدہ رکھنے والا مومن۔ جنتی اور آخرت میں انعام خداوندی کا امیدوار اور منکر عذاب اخروی کا مستحق ہے۔ جہنمی ہے۔ مذہب

امامیہ کی مستند کتاب اصول الکافی میں ان ہی عقائد کا ذکر ہے۔ اس کے خلاف ہرگز نہیں
جس شخص نے مذہب امامیہ پر۔ مذہب امامیہ کے پیروان پر اصول الکافی کے حوالہ سے
اخبار زمیندار ۱۳ر جنوری ۱۹۵۲ء میں افترا پردازی کی ہے وہ جاہل ہے۔ کاذب
ہے۔ مفتری ہے۔ خداوند عالم کو جاہل سمجھنے والا کافر ہے۔ خداوند عالم ہر با فہم
انسان کو توفیق دے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کو سمجھے اُس کے احکام کی پیروی
کرے اور آخرت میں اس کی رضامندی حاصل کرے۔ ہم نے اس مختصر رسالہ میں
بدلائل و براہین ثابت کردیا ہے کہ "امامیہ" ہونا انسانیت کے واسطے نقص اور
عیب نہیں ہے۔ بلکہ ہر انسان امامیہ ہے چاہے وہ اپنا امام فرعون کو مانے یا موسیٰ
کو۔ نمرود کو مانے یا خلیل خدا کو۔ حضرت نوح کو مانے یا اُن کے ڈوبنے والے فرزند
کو۔ حضرت آدم کے بیٹوں میں ہابیل کو مانے یا قابیل کو۔ ابتدائے آفرینش سے
دو قسم کے اماموں کا پتہ چل رہا ہے۔ جنت والوں کے امام اور جہنم والوں کے
امام۔ اب ہر انسان آزاد ہے چاہے اُن کو امام مانے جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں
اور جن کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے۔ وجعلنا هم ائمة يدعون الى النار
ويوم القيامة لا ينصرون واتبعناهم في هذه الدنيا لعنة ويوم القيامة
هم من المقبوحين " (القصص ۴۲-۴۱) (ترجمہ) اور ہم نے اُن کو امام
مقرر کردیا جو (لوگوں کو) جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہ
کی جائے گی۔ اور ان کے پیچھے ہم نے اس دنیا میں لعنت لگا دی ہے اور روز قیامت
وہ رسوا ہوں گے۔ یا اُن لوگوں کو امام مانے جو وجعلنا هم ائمة يهدون بامرنا
(الانبیاء ۷۳) ترجمہ۔ اور ہم نے اُن کو امام مقرر کردیا (جو لوگوں کو ہمارے

حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں تو کے بموجب اور آیۂ دافی ہدایۃ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" (ترجمہ) اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول اور اولوالامر کی جو تم میں سے (خدا کا مقرر کردہ) ہو۔ (النساء۔ ۶۲) کے مطابق معصوم ہیں۔ ہر خطا سے پاک اور بری اور جن کا سلسلہ اُس وقت تک باقی رہنا چاہیے جب تک یہ آیت قرآن مجید میں موجود ہے اور جب تک دنیا کا وجود ہے۔ خداوند عالم ہر مسلم کو توفیق دے کہ وہ اولوالامر کی اطاعت واجب سمجھ کر اولوالامر کا جو معصوم ہو پتہ لگائے۔ اور اپنی عاقبت بخیر ہونے کی کوشش کرے جو صرف اطاعت خدا و رسول وائمہ ہدیٰ کا نتیجہ ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

الاحقر المذنب محمد لقا رعلی حیدری

مسلم مشنری کراچی ۔ پاکستان

۱۵ر شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۵۲ء

(نوٹ) چند در چند پریشانیوں کی وجہ سے یہ رسالہ بہت دیر میں شائع ہو رہا ہے کاتبوں کی بے توجہی اور لاپرواہی کی وجہ سے دو مرتبہ کتابت کرانا پڑی۔ اور پھر بھی جیسا دل چاہتا تھا نہ ہو سکا انشاء اللہ طبع ثانی میں یہ تمام خامیاں جو اس وقت موجود ہیں دور ہو جائیں گی۔ جن حضرات کی نظر سے یہ رسالہ گذرے وہ براہ کرم اپنی تنقید اور تبصرہ سے خاکسار کو مطلع فرمائیں ممنون ہوں گا صفحہ ۷۹ کے متعلق چند اشعار کا ترجمہ درج ہونے سے رہ گیا تھا وہ اب صفحہ ۱۲۷ پر معذرت کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

(متعلق صفحہ ۴۹) حاصل ترجمہ اشعار حضرت شافعی علیہ رحمۃ اللہ۔

مجھ سے جب اہلبیت کے بارہ میں سوال کیا جاتا ہے کہ آیا میں ان سے محبت پوشیدہ طور پر کرتا ہوں (اظہار مناسب نہیں سمجھتا) یا (معاذ اللہ) اُن حضرات کی محبت سے انکار کرتا ہوں۔ تو میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اہل بیت اطہار کی محبّت میرے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے وہ میرے ہادی اور راہنما ہیں اُن کے اول حضرت حیدر کرار (علی مرتضیٰ) علیہ السلام ہیں۔ جن کے بعد حضرات حسنین علیہما السلام امام اور ہادی ہیں اُن کے بعد علیؑ۔ پھر محمد (باقر) پھر جعفرؑ صادق امام ہیں۔ حضرت جعفر صادق کے بعد اُن کے فرزند موسیٰؑ (کاظم) جن کے بعد علیؑ یعنی حضرت رضا امام ہیں۔ پھر اُن کے فرزند محمدؑ (تقی) پھر علیؑ (نقی) جو اُن کے فرزند رشید ہیں۔ پھر حسنؑ ثانی (عسکری) جن کے بعد اُن کے فرزند محمدؑ المہدی ہیں۔ یہ سب میرے امام اور سردار ہیں۔ مجھے پرواہ نہیں ہے چاہے کوئی مجھے بُرا بھلا کہے یا یہ کہے کہ (شافعی) بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ یہ سب ائمہ کرام ہیں جن سے بہتر کوئی امام نہیں جن کے اسماء گرامی مثل گوہر آبدار منظم ہیں۔ یہ سب حضرات دن کو روزہ رکھتے تھے اور شب ہائے تار میں (نیز روشن راتوں میں) مصروف عبادت باری تعالیٰ رہتے تھے۔ رکوع

اور